اللہ

نورُ السمٰوٰتِ والارض

ماہنامہ انوارُ العُلوم

لاہور

جنوری 1973ء

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم

ز متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

ماہ نامہ تحفۂ اہلِ فہوم
آں کہ دارد نام "انوار العلوم"

انوار العلوم

لاہور

سالکانِ راہِ رحمان را نجوم
رہروانِ راہِ شیطان را رجوم

قیمت فی پرچہ :- نو آنے ‖ سالانہ :- چھ روپے

جلد ۲ | ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق جنوری ۱۹۵۴ء | نمبر ۹

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	گذارش	مدیر	۲
۲	معارف القرآن	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب	۳
۳	ملفوظات	حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ	۱۹
۴	النور	حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی	۳۱
۵	فتح الغفور	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب	۴۳
۶	دعوۃ الرشاد	مولانا عبد المجید خاں صاحب ارشد	۴۷
۷	آمد و خرچ مدرسہ	ناظم مدرسہ	۵۵

ہر قسم کی مراسلت اور ترسیل زر کا پتہ :- "مدیر انوار العلوم، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد لاہور"

گذارش

جیسا کہ ناظرین کو علم ہے کہ ماہنامہ ہذا خالص علوم دینیہ کی ترجمانی کرنے اور صحیح عقائد و خیالات کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے منصۂ شہود پر آیا تھا اور بفضلہ تعالیٰ تقریباً دو سال سے باوجود حالات کی ناسازگاری و نامساعدت کے اپنے حسب استطاعت تبلیغ دین کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔

درحقیقت اسمیں بڑا حصہ ان حضرات کا ہے جو اپنے بے بہا اوقات کے قیمتی لمحات صرف فرما کر مختلف طریقوں سے اسکی معاونت فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء سے لیکر آج تک ماہنامہ پر کارکن عملہ کے اخراجات کا کبھی کوئی بار نہیں پڑا۔ نیز جن حضرات نے ازراہ کرم اسکی توسیع اشاعت میں حصہ لیا اور خریدار فراہم فرمائے یا نقد عطایا اور دعاؤں سے اسکی مدد فرمائی، وہ بھی اس میں برابر کے شریک ہیں۔ ادارہ ان سب حضرات کا تہ دل سے ممنون ہے اور دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو اسکا بے نہایت اجر اور دارین کی کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

لیکن اسکے باوجود، ماہنامہ کے خالص اور ضروری اخراجات بھی جو کتابت، طباعت، جلد سازی اور کاغذ وغیرہ کے متعلق ہیں، پورے نہیں ہوتے۔ اور آمد و خرچ کا توازن صحیح نہ ہونے کے باعث رسالہ موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہے اب تک اس کمی کو جامعہ سے قرض لیکر پورا کیا گیا۔ مگر اب مزید قرض نہیں لیا جاسکتا بلکہ گذشتہ کی ادائیگی کی فکر ہے ان حالات میں ضرورت ہے کہ وہ حضرات جو اس رسالہ کو اس دور پرفتن میں مسلمانوں کیلئے مفید خیال فرماتے ہیں اسپر خصوصی توجہ فرمائیں اور اسکی توسیع اشاعت و مدد میں پوری جد و جہد سے حصہ لیں۔ اور "ان اجری الا علی اللہ" یعنی میرا اجر خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے، کے پیش نظر اس تبلیغی کام میں حصہ لیں اور دعاء خیر سے ضرور یاد فرمائیں کہ یہ بھی اسکی ایک بہت بڑی خدمت ہے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اعتذار ماہ دسمبر ۵۳ء کیلئے جو کاغذ کا پرمٹ حکومت کی طرف سے موصول ہوا، وہ کراچی کا تھا۔ یعنی اس کا کاغذ کراچی سے منگانا تھا چنانچہ وہاں پر متعلقہ دوکان پر پرمٹ اور روپیہ بھیجدیا گیا اور برابر تقاضہ کے خطوط اور تار بھیجے جاتے رہے۔ مگر کاغذ آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ ماہ جنوری ۵۴ء کا رسالہ بھی تیار ہو گیا اس لئے ہر دو ماہ کے رسالے یکجا طبع کرنے پڑے۔

اس دوران میں جن حضرات کو انتظار کی تکلیف اٹھانی پڑی یا جن حضرات کے خطوط آئے اور ان کا جواب نہ دیا جاسکا۔ ان سب سے ادارہ اس جبری تاخیر اور کوتاہی کا عذر خواہ ہے امید ہے کہ ناظرین کرام معاف فرمائیں گے اور دعا سے ضرور یاد فرمائیں گے۔

والسلام

مدیر

قسط پنجم

معارف القرآن

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا

اور بعضے لوگ ہیں جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو

يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا

ان کی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ ہے محبت

لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ

اللہ کی۔ اور کبھی دیکھیں بے انصاف اس وقت کو جب دیکھیں گے عذاب کہ

الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○

زور سارا اللہ کو ہے اور اللہ کی مار سخت ہے ۔

استعجاب و استبعاد بر اتخاذ انداد بعد از وضح شدن وحدانیت رب عباد

(ربط) گذشتہ آیات میں اہل عقل اور اہل نظر کا بیان تھا۔ اب اس آیت میں بد عقلوں کا بیان ہے کہ جب اللہ کی وحدانیت اور اس کی رحمانیت کے دلائل اظہر من الشمس ہیں تو عقل کا مقتضی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت اور محبت کے ساتھ مخصوص کرتے۔ اور لیکن بعضے آدمی ظاہراً انسانی عقل و

...... شعور رکھتے ہیں اللہ کی نعمت کو خوب پہچانتے ہیں مگر حدِ آدمیت اور دائرۂ انسانیت سے باہر ہیں کہ اللہ کے سوا کہ جو منعمِ حقیقی ہے ایسے ہم سر اور شریک بتاتے ہیں جو خداوند ذوالجلال سے اس درجہ فروتر اور کم تر ہیں کہ خدا سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ دلائل اور براہین تو یہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک بھی شریک اور ہم سر نہیں ہو سکتا اور یہ لوگ اس درجہ بے عقل ہیں کہ ایک شریک اور ایک ہم سر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ خدا کے لیے بہت سے شرکاء اور ہم سر بناتے ہیں اور خدا کے مثل اور برابر ان کو محبوب رکھتے ہیں اور خدا کی طرح ان کی تعظیم اور اطاعت کرتے ہیں اور خدا کے حکم کی طرح ان کے حکموں کو بے چون و چرا واجب الاطاعت سمجھتے ہیں اور ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت اور اطاعت میں فرق ہونا چاہیے۔ اس لیے اہل ایمان اگرچہ بعض چیزوں کو شرعاً وطبعاً محبوب رکھتے ہیں مگر اس درجہ محبوب نہیں رکھتے کہ ان کو خدا کے برابر کر دیں بلکہ وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت اور محکم ہیں اس لیے کہ دنیا میں جو بھی فضل وکمال یا جود ونوال ہے اس کا منبع اور سرچشمہ خداوند ذوالجلال ہے اور مخلوق اس کا عکس اور پرتو ہے۔ اس لیے اہل ایمان خالق کو بالذات محبوب اور مخلوق کو بالعرض محبوب رکھتے ہیں۔ راحت اور شدت، بیماری اور تندرستی، شادی اور غم کسی حال میں بھی اہل ایمان کی محبت اللہ سے کم نہیں ہوتی۔ بخلاف مشرکین کے کہ جب اپنے معبودوں سے ناامید ہو جاتے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔

اور اگر یہ ظالم کہ جنہوں نے خدا کا شریک اور ہم سر بنا کر اپنی جانوں پر ظلم وستم کیا اُس آنے والے وقت کو[1] دیکھ لیں کہ جس وقت ان کو عذاب الٰہی کا مشاہدہ ہوگا تو اُن کو[2] خوب معلوم ہو جائے کہ سارا زور اللہ ہی کیلیے ہے

[1] اشارہ اس طرف ہے کہ آیت اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ میں عذاب سے عذاب اخروی مراد ہے اور اِذْ معنی میں اِذَا کے ہے۔ اس لیے کہ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ سے بدل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تبری آخرت میں ہوگی اور بدل ومبدل منہ متحد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ میں بھی عذاب اخروی ہی مراد ہوگا۔ اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ عذاب سے دنیوی عذاب اور دنیوی مصائب اور تکالیف مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت یہ لوگ دنیاوی مصائب فقر وفاقہ اور دکھ اور بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اگر یہ لوگ اس وقت غور وفکر سے کام لیں تو ان پر یہ امر خوب واضح ہو جائے کہ سارا زور اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ سب عاجز اور درماندہ ہیں اس لیے کہ یہ بُت مصیبت اور بلا کو ٹال نہیں سکتے اور جب یہ امر ان پر واضح ہو جائے تو پھر کسی کو خدا کے برابر محبوب نہ رکھیں ۱۲ منہ [2] اشارۃ الی تقدیر الجزاء وہو لعلموا ان القوۃ للہ الخ ۱۲

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ
جب الگ ہو جاویں جن کے ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب
وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ
اور ٹوٹ جاویں اُن کے سب طرف کے علاقے۔ اور کہیں گے ساتھ پکڑنے والے کاش کہ
لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ
ہم کو دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جاویں ان سے جیسے یہ الگ ہو گئے ہم سے اس طرح
يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ
دکھاتا ہے اللہ ان کو کام اُن کے افسوس دلانے کو اور اُن کو
بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝
نکلنا نہیں آگ سے

اور تمام کائنات ضعیف اور عاجز ہیں اور سب اللہ کے قہر اور غلبہ کے نیچے دبے ہوئے ہیں سوائے اس کے کوئی بھی نفع اور ضرر کا مالک نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔ کوئی بت اور کوئی معبود کسی کو اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتا۔

انجام شرک

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا۔ الیٰ۔ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ۔ اور اس شدید عذاب کا وقت۔ وہ وقت ہو گا کہ جب پیشوا اپنے پیرووں سے الگ اور بیزار ہو جائیں گے اور تابع اور متبوع، گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے دونوں فریق عذاب خداوندی[1] اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔ اور دنیا میں جو باہمی تعلقات تھے وہ اس روز سب منقطع ہو جائیں گے نہ کوئی تابع رہے گا اور نہ کوئی متبوع۔ ہر ایک جرم میں شریک تھا سب پر فرد جرم لگ چکی ہوگی ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی لیکن اس وقت یہ تبری اور بیزاری ذرہ برابر مفید نہ ہوگی۔ سب کف افسوس ملیں گے۔ اور جن لوگوں نے دوسروں کی پیروی کی تھی اور دوسروں کے بہکانے سے کفر اور شرک کیا تھا وہ اس وقت جھنجلا کر کہیں گے

[1] اشارة الی ان اذ تبرأ الذين اتبعوا بدل من اذ يرون العذاب ۱۲

کہ کاش ہم کو پھر ایک دفعہ دنیا میں لوٹنے کا موقع ملے تو ہم بھی ان سے اپنا بدلہ لیں اور ہم بھی ان سے اسی طرح بیزار ہوں جس طرح یہ لوگ آج ہم سے بیزار ہوئے۔ مگر اس بیزاری سے ان کو سوائے حسرت کے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور قیامت کے دن فقط یہی ایک حسرت نہ ہوگی بلکہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کے تمام اعمال کو ان پر حسرتیں بنا کر دکھلائے گا۔ قیامت کے دن ان کے تمام صدقات اور قربات ایک ایک کر کے ضائع اور رائگاں ہوں گے اور حسرتوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ اور یہ لوگ تو کبھی دوزخ سے نکلیں ہی گے نہیں۔ البتہ گنہ گار مسلمان انبیاء اور صلحاء کی شفاعت سے بعد چندے جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔

ف۔ چونکہ مسند الیہ کی تقدیم مفید حصر ہوتی ہے اس لیے آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ عدم خروج من النار۔ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ معلوم ہوا کہ کفار کے علاوہ کوئی فریق ایسا بھی ہے کہ جو بعد چندے دوزخ سے نکالا جائے گا وہ گنہ گار مسلمانوں کا فریق ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا

اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا اور نہ چلو قدموں پر

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ

شیطان کے وہ تمہارا دشمن ہے صریح وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو

بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

برے کام اور بے حیائی اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ

اور جب ان کو کہے چلو اس پر جو نازل کیا اللہ نے کہیں نہیں ہم چلیں گے اس پر

اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔا

جس پر دیکھا اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ عقل رکھتے ہوں کچھ

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ

نہ راہ کی خبر اور مثال ان منکروں کی جیسے مثال ایک شخص کی

يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ

کہ چلاتا ہے ایک چیز کو جو سنتی نہیں مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے

عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

اندھے ہیں سو ان کو عقل نہیں

خطاب عام وتذکیر انعام۔ وابطالِ رسومِ شرکیہ وتفصیل حلال وحرام

(ربط) گذشتہ آیات میں عقیدہ شرک کی قباحت اور مشرکین کی تشنیع وتجہیل فرمائی، اب آئندہ آیات میں رسوم مشرکیہ اور اعمال کفریہ کا ابطال اور حلال وحرام کی تفصیل فرماتے ہیں۔

(**ربط دیگر**) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا معبود برحق اور رحمٰن و رحیم ہونا بیان فرمایا۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ کا رازق ہونا بیان فرماتے ہیں کہ وہی رازق ہے اور وہی تمام ارزاق کا خالق ہے جس چیز کو وہ حلال کرے وہ حلال ہے اور جس چیز کے استعمال کو منع فرمائے وہ حرام ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کا انجام سوائے حسرت کے کچھ نہیں تو اپنے پیشواؤں کی رائے پر مت چلو اور ان کے کہنے سے کسی چیز کو اپنے اوپر حلال اور حرام نہ کرو۔ کیوں کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کی ہمسری ہے۔ حلال و حرام ہونا محض اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ اس لیے کہ سب چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں کسی کو اللہ کی ملک میں تصرف کا حق حاصل نہیں کہ حلت و حرمت کا حکم لگائے۔ لہٰذا تم اس فعل قبیح سے توبہ کرو اور کھاؤ اس چیز سے کہ جو اللہ کی زمین میں پیدا ہوئی بشرطیکہ وہ حلال بھی ہو اور پاکیزہ بھی ہو۔ حلال وہ ہے کہ جس کی شریعت نے ممانعت نہ کی ہو اور طیب وہ ہے کہ جو بالکل پاک اور صاف ہو کسی غیر کا حق اس سے متعلق نہ ہو۔ مثلاً غصب اور خیانت اور رشوت اور سود یا کسی اور ناجائز طریقہ سے اس کو حاصل نہ کیا گیا ہو اس لیے کہ جو چیز فی حد ذاتہ حلال ہو مگر دوسرے کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں جیسے کوئی شے اصل میں تو پاک ہو اور بعد میں نجاست آلود ہو جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں رہتا۔ اور حلت اور حرمت میں اللہ کے حکم کا اتباع کرو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے شیطانی وسوسوں کی بنا پر اس کے کھانے سے پرہیز نہ کرو۔ تحقیق وہ شیطان تمہارا قدیمی اور کھلا دشمن ہے اس کے کہنے میں نہ آنا۔ جز ایں نیست کہ وہ تم کو برائی کا حکم دیتا ہے تاکہ عذاب آخرت کے مستحق ہو اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے تاکہ مخلوق کی نظر میں بھی حقیر ہو جاؤ۔ (**ف**) سُوء کا تعلق افعال سے ہے اور فحشاء کا تعلق اخلاق سے ہے ٭ اور نیز شیطان تم کو اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جن کا تم کو علم نہیں۔

ف (۱) بدعت کی بھی یہی حقیقت ہے کہ جس کام کو اللہ نے موجب ثواب قرار نہیں دیا اس کام کو بلا دلیل شرعی موجب ثواب قرار دے۔

ف (۲) شیطان کبھی نیک کام کا بھی حکم کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ شیطان ان کو تہجد یا صبح کی نماز کے لیے جگانے آیا سو وہ اس آیت کے معارض نہیں اس لیے کہ شیطان اگرچہ ظاہر میں نیکی کا حکم کرتا ہے لیکن مقصود اس کا بدی ہوتا ہے کہ یہ شخص اگر گناہ نہیں کرتا تو کم از کم اس کو کسی چھوٹی طاعت

میں لگا دیا جاوے تاکہ بڑی عبادت کرکے اجر عظیم حاصل کرسکے۔ ۶

هر چه گیرد علتی علت شود

اور یہ لوگ دامِ شیطانی میں اس درجہ گرفتار ہیں کہ آبائی رسوم کو حکم خداوندی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں حتی کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کا اتباع کرو اور اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ دو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے حکم کو نہیں جانتے بلکہ ہم اس رسم کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے اگرچہ وہ نہ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔ دنیاوی امور میں اگرچہ بڑے عاقل اور ہوشیار ہیں لیکن دین اور آخرت کی عقل سے کورے ہیں۔ شجر اور حجر کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ دانایانِ فرنگ کو دیکھ لو کہ جن کی عقل کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بج رہا ہے وہ تین میں ایک اور ایک میں تین کے قائل ہیں۔

ف ، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے روحانی یا جسمانی آباء و اجداد عقل بھی رکھتے ہوں اور ہدایت یافتہ بھی ہوں اور ما انزل اللہ کے اشارات اور کنایات کو خوب سمجھتے ہوں تو ایسے آباء و اجداد کا اتباع اور تقلید عین عقل اور عین ہدایت بلکہ عین ما انزل اللہ کا اتباع ہے۔ حکم خداوندی کے خلاف کسی کا اتباع بلاشبہ گمراہی ہے لیکن حکم خداوندی کے سمجھنے کے لیے اگر کم عقل والا اپنے سے زیادہ عقل والے کا اتباع کرے تو یہ عین ہدایت اور مقتضیٔ عقل ہے۔ آئندہ آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ فقط بے عقل ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت حدودِ انسانیت سے خارج ہیں، جانوروں کی طرح ہیں اشیاء کے حسن و قبح اور نفع اور ضرر کو نہیں سمجھتے۔ البتہ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ کون سا گھانس اچھا ہے اور کون سا گھانس کڑوا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ داعیِ حق کے اعتبار سے ان کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو بھیڑ بکریوں اور جانوروں کو چلا چلا کر پکار رہا ہو اور وہ جانور سوائے بلانے اور پکارنے کے کچھ نہ سنتا ہو۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے کہ واعظ اور ناصح کی آواز تو سنتے ہیں مگر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ اگرچہ ظاہر میں سنتے ہیں مگر حقیقت میں بہرے ہیں کلمۂ حق سُن نہیں سکتے۔ باطل کے حق میں بڑے مقرر ہیں لیکن حق کے حق میں گونگے ہیں۔ حق بات زبان سے نہیں نکل سکتی۔ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر دل کے اندھے ہیں حق اور باطل کا فرق نظر نہیں آتا۔ پس اس لیے کہ ان کے تمام حواس جو عقل کے مبادی اور مقدمات ہیں وہ سب مختل بلکہ گم ہیں۔ اس لیے یہ لوگ حق اور ہدایت کو کچھ نہیں سمجھتے۔ پس یہ لوگ جانوروں کی طرح عقلِ معاش رکھتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو! کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے روزی دی تم کو

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ اِنَّمَا
اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ
یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس پر

اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ
نام پکارا اللہ کے سوا کا پھر جو کوئی پھنسا ہو نہ بے حکمی کرتا ہے اور نہ زیادتی تو

اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
اس پر نہیں گناہ تحقیق اللہ بخشنے والا ہے مہربان ۞

آخرت کی عقل سے عاری اور کورے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

خطاب خاص بہ اہل اختصاص

قال تعالیٰ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ الیٰ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ربط) گذشتہ آیات میں خطاب عام تھا۔ اور اس آیت میں خاص اہل ایمان کو خطاب ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ ایمان اور محبت خداوندی کا اقتضاء یہ ہے کہ خدا کے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو۔ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۔ الآیہ نعمت کے استعمال سے منعم کی محبت پیدا ہوتی ہے اور شکر کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ اکل حلال سے دعاء اور عبادت قبول ہوتی ہے۔ اور اکل حرام سے دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اکل حلال سے مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! ایمان اور محبت کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ تم اپنے خیال سے لذیذ اور پاکیزہ چیزوں کو ترک کردو اور اس کو عبادت سمجھنے لگو بلکہ مقتضائے ایمان اور محبت یہ ہے کہ جو حلال

اور پاک چیزیں ہم نے تم کو عطا کی ہیں ان کو رغبت کے ساتھ کھاؤ. عاشق تو معشوق کے ہاتھ کی دی ہوئی تلخ چیز کو بھی شیریں سمجھ کر کھاتا ہے تو ہمارے رزق کو اس خیال سے کھاؤ کہ ہم نے تم کو یہ رزق دیا ہے. اسباب اور وسائط کو محض پردہ سمجھو اصل مالک اور معطی ہم ہیں. عطیہ کے ساتھ بے رغبتی معطی کے ساتھ بے رغبتی کو مستلزم ہے لہٰذا منعم حقیقی کی طرف سے جو نعمت آئے اس کو بصد شوق و رغبت استعمال کرو تاکہ منعم تم سے راضی ہو. اور یہ مت سمجھو کہ پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے حظ نفس میں گرفتار ہو جائیں گے جو عبادت سے غفلت کا سبب بنے گا. اس کی تدبیر یہ کرو کہ تم اللہ کا شکر کرو تاکہ تمہاری یہ لذت عین عبادت بن جائے کیونکہ پاکیزہ رزق کھانے سے اللہ کی محبت پیدا ہوگی اور محبت سے شکر نکلے گا اور شکر ایک عظیم عبادت ہے جس سے اللہ کی نعمت اور عنایت میں زیادتی ہوتی ہے اس طرح تم لذت کو عبادت بنا سکتے ہو اگر تم خالص اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اپنے خیال کو اس میں دخل نہ دو اس لیے کہ عبادت سے مقصود رضائے حق ہے وہ جس طرح بھی حاصل ہو ؎

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

الغرض پاکیزہ چیزوں کا کھانا ایمان اور محبت کے منافی نہیں. البتہ حرام چیزوں کا استعمال اللہ کی ناراضی اور اس سے دوری کا سبب ہے. چنانچہ فرماتے ہیں کہ جز ایں نیست کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف ایسی چیزوں کو حرام فرمایا کہ جو جسمانی اور روحانی حیثیت سے تمہارے لیے مضر ہیں. ایک مردار کو کہ جو خود بخود مر گیا ہو یا شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو اور بہتے ہوئے خون کو اور خنزیر کے گوشت کو کیونکہ یہ جانور حرص اور بے حیائی اور بے غیرتی اور نجاست خوری میں مشہور ہے. جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں ان سے حیا اور عزت ناموس رخصت ہو جاتی ہے. نیز یہ جانور انسان کے فضلہ کو بہت رغبت کے ساتھ کھاتا ہے اور فضلہ انسانی خنزیر کی خاص خوراک ہے اور اس کا گوشت پوست زیادہ تر فضلہ انسانی سے پیدا ہوتا ہے. لہٰذا خنزیر کا گوشت کھانا گویا کہ اپنا ہی فضلہ کھانا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا فَاِنَّهٗ رِجْسٌ یعنی یہ نجس العین ہے.

اور حرام کیا اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو کہ جو بقصد تقرب غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو جس جانور کی جان کو اللہ کے سوا کسی بت یا کسی نبی یا ولی کی روح کے لیے .... نذر کر دیا جائے اور ان کی رضا اور

خوشنودی کے لیے اس کو ذبح کیا جائے تو اس جانور کا کھانا حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اس لیے کہ جانور کی جان صرف اللہ کی ملک ہے آدمی کی ملک نہیں کہ دوسرے کو بخش دے۔ اس لیے جانور کی جان کو غیر اللہ کے نام زد کر دینا صریح شرک ہے اور ظاہر ہے کہ شرک کی نجاست اور گندگی تمام نجاستوں سے زیادہ سخت ہے۔ لہٰذا جو جانور غیر اللہ کے نام زد کر دیا جائے تو اس شرک کی نجاست اور خباثت اس جانور میں اس درجہ سرایت کر جاتی ہے کہ اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام بھی لیا جائے تب بھی وہ جانور حلال نہیں ہوتا جیسے کُتّا اور سُور خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ آخر مُردار اسی وجہ سے تو حرام ہے کہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ لہٰذا جو جانور غیر اللہ کے نام زد کر دیا جائے وہ بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔ البتہ اگر غیر اللہ کے نام زد کرنے کے بعد ذبح سے پہلے ہی اپنی اس فاسد نیت سے توبہ کر لے اور اس ارادۂ فاسد سے رجوع کر لے تو پھر وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :۔

لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ — اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر کہ جو غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے

لغیر اللہ کے معنی یہ ہیں کہ نیت غیر اللہ کی ہو، خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے یا نہ لے۔ اسی طرح مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ جو جانور غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہو خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو۔ یہ لفظ قرآن کریم میں چار جگہ آیا ہے اور سب جگہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ فرمایا اور کسی جگہ یہ نہیں فرمایا ماذبح باسم غیر اللہ کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اور ہے اور غیر اللہ کے تقرب اور رضا حاصل کرنے کے لیے ذبح کرنا اور ہے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ لغیر اللہ اور باسم غیر اللہ کا فرق معمولی استعداد والوں پر بھی مخفی نہیں۔ اہلال کے لغوی معنی عربی زبان میں شہرت اور آواز دینے کے ہیں۔ لفظ اہلال لغت عرب میں ذبح کے معنی میں نہیں آتا۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے بعد مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اہلال لغیر اللہ اور شے ہے اور ذبح لغیر اللہ اور شے ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہٗ نے آیت مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں ۴۵ صفحہ کا ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا ہے جو فارسی میں ہے اور عجیب و غریب حقائق و معارف پر

مشتمل ہے۔ اس وقت ہم اس کا خاص اور اہم اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں وھو ہذا :-

" حلت اور حرمت کا دار و مدار نیت پر ہے اور ذکر لسانی اس نیت قلبی کا ترجمان ہے اس لیے کہ بغیر ذکر لسانی نیت قلبی کی اطلاع ناممکن ہے۔ حدیث میں ہے انما الاعمال بالنیات۔ عمل کی حقیقت یہی نیت قلبی ہے اور حرکات خاصہ صورت عمل ہیں اگر عمل ہے اور نیت نہیں تو جسم بے جان ہے اور کَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً ... کا مصداق ہے۔ معلوم ہوا کہ حلت اور حرمت کی علت ذبح کے وقت فقط زبان سے اللہ یا غیر اللہ کا نام لینا نہیں بلکہ حلت کی اصل علت خاص اللہ کی نیت ہے اور حرمت کی اصل علت غیر اللہ کی نیت ہے اور آیہ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ میں فقط ذکر لسانی مراد نہیں اس لیے کہ اصل ذکر اور ذکر حقیقی، وہ ذکر قلبی ہے۔ اور ذکر لسانی کو اس لیے ذکر کہا جاتا ہے کہ وہ ذکر قلبی کا ترجمان ہے اس لیے کہ اگر کوئی شخص دل سے کسی کی یاد میں محو ہو اور زبان سے ساکت ہو تو وہ ذاکر سمجھا جاتا ہے لیکن اگر زبان سے کسی کا نام لے اور دل میں کوئی اور بسا ہوا ہو تو حقیقت شناس لوگوں کے نزدیک یاد کرنے والوں میں اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ نیت قلبی ایمان کی طرح امر باطنی ہے اور ذکر لسانی کلمہ شہادت کی طرح اس کا ترجمان ہے۔ کلمہ شہادت کو ایمان کی حقیقت نہیں کہا جا سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ مومن کلمہ اسلام کے تلفظ کے وقت مومن ہو اور اس تلفظ سے پہلے مومن نہ ہو۔ اسی طرح جس شخص نے کسی جانور کے متعلق نیت تو غیر اللہ کی کی اور اس جانور کو غیر خدا کے لیے تجویز کر دیا مگر ذبح کے وقت زبان سے نام اللہ کا لیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اس لیے کہ تقرب غیر اللہ کی نیت کے بعد ذبح کے وقت محض زبان سے اللہ کا نام لینا عمل بے روح ہے۔

مشرکین عرب، نیت بھی غیر اللہ ہی کی کرتے تھے اور ذبح کے وقت بھی نام غیر اللہ ہی کا لیتے تھے اور مومنین مخلصین نیت بھی خاص اللہ ہی کی کرتے تھے اور نام بھی خاص اللہ ہی کا لیتے تھے۔ بعضے نیت تو کرتے ہیں غیر اللہ کی، اور ذبح کے وقت نام لیتے ہیں اللہ کا۔ یہ بین بین صورت شرک بھی ہے اور نفاق بھی ہے کہ صورت توحید کی ہے اور معنی شرک کے ہیں۔ اس تیسری قسم کا مصداق اس امت کے مشرک ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ "

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اول کی دو صورتوں میں ظاہر اور باطن میں کوئی تخالف نہیں اس لیے اس کا حکم ظاہر ہے اور اس تیسری صورت میں ظاہر اور باطن میں تخالف ہے اس لیے کہ باطن میں نیت تو ہے غیر اللہ کی اور ظاہر میں ذبح کے وقت نام ہے اللہ کا۔ اس لیے اعتبار ظاہر کا نہ ہوگا بلکہ اعتبار باطن کا ہوگا۔ ایسا جانور اگرچہ ظاہر میں فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے قسم سے معلوم ہوتا ہے لیکن باطن اور حقیقت میں وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے قبیل سے ہے جس کا مقتضی صریح ممانعت اور حرمت ہے۔ ذکر لسانی کو اگر حلت اور حرمت میں دخل ہے تو باعتبار صورت کے ہے اور مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ اور ذکر نہانی اور نیت اندرونی کو باعتبار حقیقت کے مرتبہ اولیٰ میں دخل ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ حلت و حرمت میں ذکر لسانی کو تو دخل ہو اور ذکر نہانی کو اس میں دخل نہ ہو۔ پس جب جانور میں نیت تو غیر اللہ کی ہو اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے تو اس کی حقیقت تو دوسری قسم کی ہوگی اور صورت دوسری قسم کی ہوگی۔ اور جب صورت اور حقیقت میں تعارض اور تخالف ہوا تو ترجیح حقیقت کو ہوگی۔

نیز جان کی نذر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے غیر اللہ کے لیے جان کی نذر جائز نہیں۔ اور اگر بالفرض جان کی نذر غیر اللہ کے لیے جائز ہوتی تو قربانی من جملہ عبادات کے نہ ہوتی اور قربانی اور غیر قربانی کے احکام نیت کے فرق پر مبنی ہیں۔

بطور احتمال عقلی یہاں ایک چوتھی قسم اور بھی نکل سکتی ہے جو اس قسم ثالث کا بالکل عکس ہے وہ یہ کہ نیت تو ہے خاص اللہ کے لیے نذر کی مگر ذبح کے وقت نام لیا جائے غیر اللہ کا۔ یہ قسم آج تک کبھی وجود میں نہیں آئی محض احتمال عقلی کا درجہ ہے وجود نفس الامری سے اس کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ نیز جاننا چاہیے کہ آیت شریفہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں اہلال باعتبار زمانے کے عام ہے وقت ذبح کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں۔ اور جن حضرات مفسرین نے عند الذبح زیادہ فرمایا ہے ان کی مراد تقیید اور تخصیص نہیں بلکہ یہ لفظ اس لیے زیادہ کیا ہے کہ نیت سابقہ کا علم اور ظہور ذبح کے وقت ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے تقرب کی نیت ہے تو ذبح کے وقت اللہ کا نام لے گا اور اگر غیر اللہ کی نیت کی ہے تو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے گا۔ نزول آیت کے زمانہ میں اللہ کی نذر اور غیر اللہ کی نذر میں امتیاز اور فرق اسی طرح ہوتا تھا کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کی نذر ہے اور غیر اللہ کا نام لیا تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی نذر ہے۔ اور مشرکین امت کی یہ قسم کہ نیت تو ہو غیر اللہ کی اور ذبح کے وقت نام ہو

اللہ کا۔ یہ قسم اس زمانہ میں موجود ہی نہ تھی۔ یہ شرک اور توحید کا معجون مرکب بعد میں نمودار ہوا۔ یہ بین بین قسم اگر ظاہر اور صورت کے اعتبار سے جائز ہوگی تو باطن اور حقیقت کے اعتبار سے ناجائز ہوگی۔
حاصل یہ کہ عند الذبح کی قید اُس زمانہ کے دستور کی طرف اشارہ کے لیے ہے احترازی قید نہیں عند الذبح کی قید اس لیے ذکر فرمائی ہے کہ اشارہ اس طرف ہے کہ اگر کسی نے حیوان کو غیر اللہ کے نام زد کیا اور غیر خدا کے تقرب کی نیت کی تو اس جانور کی حرمت اس شرط پر موقوف ہے کہ اس کی یہ نیت ذبح کے وقت تک باقی رہے اور اگر ذبح سے پہلے اس نیت فاسدہ سے توبہ کرلے اور اللہ کے نام پر ذبح کرے تو پھر یہ جانور حرام نہ رہے گا بلکہ حلال ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ عند الذبح کی قید اس لیے ہے کہ نیت اور فعل ذبح میں مقارنت اور اتصال کے بیان کرنے کے لیے ہے اور تبدل نیت اور تغیر ارادہ سے احتراز کے لیے ہے کہ اگر غیر اللہ کی نیت فعل ذبح کے ساتھ متصل اور مقرون ہے تب تو وہ جانور حرام ہے اور اگر ذبح سے پہلے نیت بدل جائے تو حرمت بھی مبدل بہ حلت ہو جائے گی۔

نیز عند الذبح میں لفظ عند ظرف زمان ہے جو محض اقتران پر دلالت کرتا ہے علیت پر دلالت نہیں کرتا اور حکم حلت و حرمت کا دارومدار علت پر ہے۔ ظرفیت زمانیہ اور مکانیہ پر اس کا مدار نہیں اور یہاں حرمت کی علت اہلال لغیر اللہ ہے اور عند الذبح کی قید اہلال اور ذبح میں اقتران بیان کرنے کے لیے ہے یعنی درمیان میں کوئی دوسری نیت فاصل اور متخلل نہیں۔ پس اگر علت یعنی نیت غیر اللہ ابتداء سے آخر تک یعنی وقت ذبح تک مستمر ہو تو حرمت بھی مستمر ہے اور اگر علت یعنی نیت بدل جائے تو معلول یعنی حرمت بھی بدل جائے گی۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ سے صرف وہی جانور مراد ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے اور سابق اور نیت متقدمہ کو حرمت میں کوئی دخل نہیں تب بھی اثبات حلت کے لیے کافی نہیں اس لیے کہ حرمت فقط ما اہل بہ لغیر اللہ میں منحصر نہیں۔ سرقہ اور غصب کا گوشت اور مردار خور جانور کا گوشت بھی حلال نہیں حالانکہ وہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں اسی طرح یہ جانور اگرچہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہ ہو تب بھی حلال نہ ہوگا اس لیے کہ فقط غیر اللہ کی تقرب کی نیت حرمت کے لیے کافی ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔"

(ماخوذ از مکتوب سوئم ۔ از مکاتیب قاسم العلوم)

الغرض حق جل شانہ نے ان چیزوں کو حرام فرمایا کہ یہ چیزیں گندی اور ناپاک ہیں ان چیزوں کے استعمال سے انسان کا قلب اور اس کی روح گندہ اور ناپاک ہو جاتی ہے۔ حلال چیزوں کے کھانے سے قلب میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور حرام چیزوں کے استعمال سے دل سے اللہ کی محبت رخصت ہو جاتی ہے اور قلب میں بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معصیت کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ گندگی اور نجاست کا کیڑہ گندگی ہی سے زندہ رہتا ہے۔ عطر سونگھ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے شدید مجبوری کی حالت میں ان چیزوں کی حرمت میں کچھ سہولت اور رخصت عطا فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں پس جو شخص بھوک سے بہت ہی مجبور اور لاچار ہو اور دل اس کا ان چیزوں کے کھانے سے متنفر اور بیزار ہو پس اگر ایسا شخص ان میں سے کسی چیز کو کھائے بشرطیکہ وہ طالب بالذت نہ ہو اور مقدار حاجت سے تجاوز نہ کرنے والا ہو یعنی سدِّ رمق سے زیادہ نہ کھائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اس لیے کہ خبیث اور گندی چیز کا بقدر ضرورت استعمال بحالتِ مجبوری، کراہتِ قلب اور دلی نفرت کے ساتھ روح اور قلب کو گندہ نہیں کرتا۔ لیکن آخر گندی چیز تو گندی ہی ہے اس کا کچھ نہ کچھ اثر اور رنگ ضرور آئے گا مگر چونکہ یہ فعل بحالتِ مجبوری صادر ہوا ہے اس لیے حق تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہ فرمائیں گے اس لیے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں کہ اس ناچاری کی حالت میں جو گندی چیز استعمال کی ہے اس پر مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے اور بڑے مہربان ہیں کہ اس پر یہ رحم فرمایا کہ اس بے چارگی کی حالت میں کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

کچھ نہیں بھر رہے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بلاواسطہ کلام بھی نہیں کریں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن دربار عام ہوگا۔ مومن و کافر، فاسق و فاجر سب جمع ہوں گے اس دن کی ہم کلامی کوئی رتبہ اور شرف نہیں رکھتی۔ وہ دن تو عدالت اور فیصلہ کا ہوگا مجرم اور قصوروار بھی اس کا کلام سنیں گے لیکن یہ لوگ اس دن بھی کلام الٰہی سے محروم رہیں گے۔ غصہ اور سرزنش بھی بواسطہ فرشتوں کے ہوگی اور نہ اس دن ان کو اللہ تعالیٰ پاک و صاف کرے گا۔ جیسے گنہگار مسلمانوں کو اس لیے عذاب دیا جائے گا کہ وہ پاک و صاف ہوکر دخول بہشت کے قابل ہو جائیں۔ لیکن ان لوگوں کو اس لیے عذاب دیا جائے گا کہ ہمیشہ تکلیف اور درد اٹھاتے رہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اور ان کے لیے ہمیشہ کا دردناک عذاب ہوگا۔ یہ لوگ تو ایسے ہیں کہ جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں اور عذاب کو مغفرت کے بدلے میں بعوض رضاء و رغبت خرید لیا ہے۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو پاک کیا جائے اور اللہ کے کلام سے ان کو عزت بخشی جائے۔ یا کم از کم ان کو دردناک عذاب سے نجات ہی دی جائے۔ ان لوگوں نے خود ہی اپنے لیے آگ کو پسند کیا ہے۔ پس شاباش ہو ان کی ہمت و جرأت پر۔ یہ لوگ آگ پر بڑے ہی صبر کرنے والے ہیں اور یہ تمام سزائیں اس لیے ہیں کہ اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا تاکہ لوگوں پر حق واضح ہو اور تحقیق جن لوگوں نے ایسی کتاب میں بے راہی اختیار کی کہ اس کے مقصود ہی کو بدل دیا، اظہار حق کی بجائے کتمان حق کرنے لگے، تحقیقِ حق کے بجائے تلبیسِ حق کرنے لگے تو بلاشبہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی مخالفت میں ہیں کہ جس کتاب کو ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا اس کو گمراہی کا ذریعہ بنایا۔ اور ظاہر ہے کہ جو منشاء خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کرے وہ ایسی ہی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور

يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي

لیتے ہیں اُس پر مول تھوڑا وہ نہیں کھاتے اپنے

بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا

پیٹ میں مگر آگ اور نہ بات کرے گا اُن سے اللہ قیامت کے دن اور نہ

يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

سنوارے گا اُن کو اور اُن کو دُکھ کی مار ہے وہی ہیں جنہوں نے

اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا

خرید کی گمراہی بدلے راہ کے اور مار بدلے بخشش کے سو کیا

أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ

سہار ہے اُن کو آگ کی ؟ یہ اس واسطے کہ اللہ نے اُتاری کتاب

بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ○

سچی اور جنہوں نے کئی راہیں نکالیں کتاب میں وہ ضد میں دُور پڑے ہیں ؟

ذکرِ محرماتِ معنویہ مثل دین فروشی و حق پوشی

ربط، گذشتہ آیات میں محرماتِ حسیہ کا بیان تھا۔ ان آیات میں محرمات معنویہ کو بیان کرتے ہیں جو حرمت میں محرمات حسیہ سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تحقیق جو اہل کتاب میتہ اور خنزیر کی حرمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ اس علم کو چھپاتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے اُتارا۔ یہ اس علم کو چھپا کر مخلوق کو گمراہ کر رہے ہیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس امانت کی خیانت کے معاوضہ میں دنیا کا معمولی اور حقیر معاوضہ حاصل کر رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جو مال دین کو فروخت کر کے اور حق کو چھپا کر حاصل کیا جائے وہ مردار اور خنزیر سے زیادہ ناپاک ہے ایسے لوگ اپنے شکموں میں سوائے آگ کے

قسط ششم

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

از حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز
(جمع کردہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)

(۱۶۷) فرمایا کہ ریاست بھوپال میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اور مسلمان جج نے مسلمان کرنے والے کو اغوا کے تحت داخل کر کے سزا دیدی۔ اپیل میں ایک انگریز نے کہا کہ تعجب ہے فاضل جج پر کہ "اغواء"[1] اور "ارشاد"[2] میں فرق نہیں کیا۔ کیونکہ مذہب کی تعلیم ارشاد ہے۔ جو اس کو عمدہ سمجھ کر دی گئی اغواء وہ ہوتا ہے کہ بری اور موذی بات بتلائی جاوے۔ اور مذہب کی تعلیم ہر مذہب والے کے نزدیک عمدہ چیز ہے تو یہ ارشاد ہے اغوا نہیں ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ کسی جگہ آمین کا جھگڑا تھا۔ ایک انگریز نے فیصلہ کیا کہ تحقیق سے آمین کی تین قسم معلوم ہوئیں۔ ایک بالسر[3]۔ اور یہ بعض کا مذہب ہے۔ اور ایک بالجہر[4] اور یہ بھی بعض کا مذہب ہے، اور ایک بالشر[5]۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے۔

(۱۶۹) فرمایا کہ بیماروں کو تو کہہ دیتا ہوں کہ تراویح آٹھ پڑھو۔ مگر تندرستوں کو نہیں کہتا۔

(۱۷۰) کسی نے کہا کہ لوگ ہوا اور بھوت سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا کہ آدم کو حوا سے کیا ڈر؟

(۱۷۱) فرمایا کہ مولوی نصیر الدین صاحب معقولی تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے۔ مجھ سے کہتے تھے کہ میرا ارادہ تھا کہ قطب صاحب کے مزار پر ہر روز ضرور جایا کروں گا۔ اگر مولانا رشید احمد صاحب منع کریں گے تو ان سے مناظرہ کروں گا۔ جب گنگوہ

---

[1] گمراہ کرنا ۱۲ [2] ہدایت دینا ۱۲ [3] یعنی آہستہ کہنا ۱۲ [4] بلند کہنا ۱۲
[5] شرارت کی وجہ سے آمین کہنا ۱۲

پہونچا تو کبھی ارادہ مزار پر جانے کا نہ ہوا۔ خود بخود ہی رائے بدل گئی۔

(۱۷۲) فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب فرماتے تھے کہ دیوبند کا رنگ ایسا چڑھتا ہے کہ اس پر دوسرا رنگ چڑھ ہی نہیں سکتا۔

(۱۷۳) فرمایا کہ قاری عبد الوحید صاحب کو میں نے دیوبند رکھایا۔ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ کوئی قاری رکھنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ قاری تو ہیں مگر وہ داڑھی کتراتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ چنانچہ دیوبند پہونچ کر داڑھی چھوڑ دی۔

(۱۷۴) فرمایا کہ پہلے لوگ مخلص ہوتے تھے۔ مولوی تُراب صاحب جنہوں نے "قاضی"[ل] کا حاشیہ لکھا ہے۔ ان کا مفتی سعد اللہ صاحب سے اختلاف ہوا۔ مولوی تراب تو مولود شریف کرتے تھے اور مفتی سعد اللہ صاحب ہمارے عقیدہ کے تھے۔ مولوی تراب نے کہا کہ تم کیوں نہیں کرتے؟ مفتی صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ پھر مفتی صاحب نے پوچھا کہ تم کیوں کرتے ہو؟ مولوی تراب صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ مولوی تراب تمہارا امر بھی اخلاص پر ہے اور ہمارا بھی اخلاص پر۔ ان شاء اللہ تعالیٰ[ے] دونوں کی نجات ہوگی۔ بس اس قسم کا اختلاف تھا ان حضرات کا۔

(۱۷۵) ایک مولوی صاحب نے وعظ کہا اور یہ بیان کیا کہ مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جاویں گے یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جاویں گی۔ بعد فراغتِ وعظ بیان کیا گیا کہ اگر مظلوم کے گناہ نہ ہوں اور ظالم کے پاس نیکی کوئی نہ ہو، تو قصاص کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا کہ یہ فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں اس واسطے اس کا علم ہم کو کوئی ضروری نہیں۔ اس کا علم فیصلہ کرنے والے کو ضروری ہے۔

فرمایا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مظلوم کو مراتب دے دیے جاویں اور ظالم کو اُس کے سامنے سزا دی جاوے تاکہ اس کا غیظ کم ہو جاوے۔

(۱۷۶) فرمایا کہ ایک خط ۵۸ صفحہ کا آیا۔ عبارت بہت عمدہ تھی۔ اور مضمون بھی عمدہ تھا۔ ایک ایک جزو کو پڑھا۔ جی چاہتا تھا کہ اور لمبا ہوتا۔ کسی نے بہت اخلاص سے اپنے حالات لکھے تھے۔

(۱۷۷) فرمایا کہ اُس شیعی نے پھر لکھا ہے کہ میں تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا۔ مگر یہ

[ل] ایک کتاب کا نام ہے ۱۲ [ے] بدلہ ۱۲

بتلاؤ کہ تم فائدہ کے ذمہ دار ہو اور ضامن ہو۔ فرمایا کہ جواب لکھوں گا۔

(۱۷۸) فرمایا کہ ایک شخص نجے خان نے کان پور میں جا ئداد میرے نام وقف کی۔ میں نے یتیم خانہ کو وقف کردی۔ دو شخصوں کی خدمت کو زیادہ دل چاہتا ہے۔ ایک یتیم، دوسرا نومسلم۔

(۱۷۹) فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے مولوی یحییٰ صاحبؒ سے فرمایا کہ بریلی سے جو رسائل آتے ہیں، مجھ کو سنایا کرو۔ تاکہ جو بات ہمارے اندر بُری ہے اُس سے رجوع کرلیں۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سوائے گالیوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

(۱۸۰) فرمایا کہ آج کل تحزب[۱] کا مرض بڑھ گیا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو خلیلی، کوئی رشیدی، کوئی قاسمی، کوئی محمدی یہاں تک کہ کوئی اشرفی لکھتا ہے۔ فرمایا کہ کوڑی کا تو ہے نہیں بنتا ہے اشرفی اگر اہلِ بدعت سے امتیاز ضروری ہے تو امدادی کافی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں یا امداد اللہ یا ابو الرشید فرمایا کہ اس سے شرک پھیلتا ہے۔

(۱۸۱) فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے لیے عمامہ بھیجا۔ تو حضرت حاجی صاحبؒ نے پہلے سر پر رکھا پھر منہ پر، پھر آنکھوں پر۔ اس قسم کا ادب کرتے تھے اگر کوئی دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر نے بھیجا ہے۔

(۱۸۲) فرمایا کہ پہلے لوگ صاحب سماع تھے اور صاحبِ سما[۲] بھی تھے۔ صاحبِ ارض، یعنی دابۃ الارض[۳] نہ تھے۔

(۱۸۳) فرمایا کہ ایک شخص ہیں وہ جب کوئی شے مدرسہ میں تقسیم کرنے کے واسطے بھیجتے ہیں، تو لکھتے ہیں کہ آپ اس چیز کے مالک ہیں تاکہ صرف تقسیم کا ثواب نہ ہو بلکہ اپنی شے مملوک تقسیم کرنے کا ثواب ہو۔

(۱۸۴) فرمایا کہ سہ دری میں کچھ درخت تھے۔ حضرت میاں جی صاحبؒ دادا پیر کی خدمت میں یہاں کے کچھ لوگ گئے کہ حضرت دعا کرو کہ ہماری معافی واگذار ہو جائے۔ حضرت میاں جی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم وعدہ کرو کہ میرے حاجی کے لیے سہ دری بنا دو گے۔ انہوں نے کہا کہ بہتر۔ کچھ دن گذرے تھے کہ خبر آئی کہ معافی واگذار ہو گئی۔ وہ لوگ حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت معافی واگذار ہو گئی ہے۔

---

[۱] جماعت بندی ۱۲ [۲] آسمان والے ۱۲ [۳] نرے زمین پر چلنے والے ۱۲

حضرت نے فرمایا کہ وعدہ یاد ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت یاد ہے۔ مگر نصف سہ دری بنا دیں گے۔ پوری کی توفیق نہیں۔ میاں جی صاحبؒ نے فرمایا کہ نصف پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ کچھ دن گذرے خبر آئی کہ سعانی تاجیات ہوگی۔ وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور کہا دعا کیجیے۔ فرمایا کہ تم ہی نے تو کہا تھا کہ نصف پر راضی ہیں۔

(۱۸۵) فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاز پر سوار تھے۔ شیریں پانی جو پینے کے لیے تھا وہ ختم ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ دعا کیجیے۔ فرمایا کہ ہماری دعا تو شیرینی سے چپکتی ہے پھر شیرینی لائے اور دعا فرمائی تو سمندر سے ایک موج اٹھی۔ تو فرمایا کہ اسے بھر لو۔ لوگوں نے پانی بھرا نہایت شیریں تھا۔ سمندر کے اندر ہی شیریں پانی ان کو مل گیا۔

(۱۸۶) فرمایا کہ مولوی منیر صاحب جو مدرسہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم بھی تھے۔ ایک دفعہ مدرسہ کی رپورٹ چھپوانے کے لیے گئے۔ تو راستہ میں ڈیڑھ سو روپیہ کے نوٹ گم ہو گئے۔ مدرسہ میں اراکین نے کہا کہ امانت تھی۔ اس لیے اس کا تاوان[1] مدرسہ نہیں لے سکتا۔ مولوی منیر صاحب نے کہا کہ نہیں میں تو دوں گا۔ یہاں تک کہ یہ بات مولوی منیر صاحب اور اراکین مدرسہ میں جھگڑے کی شکل اختیار کر گئی۔ اور آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا جاوے۔ جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کیا جاوے۔ چنانچہ لکھا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی منیر صاحب پر ضمان نہیں مولوی منیر صاحب اس پر بہت بگڑے اور کہا کہ مولوی رشید نے یہ ساری فقہ میرے ہی لیے پڑھی تھی۔ میں تو تب جانوں کہ وہ اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دے کہ اگر ان سے روپیہ ضائع ہو جاتا تو وہ کیا کرتے۔ مدرسہ میں داخل کرتے یا نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ یقیناً کرتے۔ پھر مجھے کیوں منع کرتے ہیں؟ (سبحان اللہ یہ کیسے لوگ تھے)

(۱۸۷) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک دفعہ ریل میں سوار تھے اور مولوی منیر صاحب بھی ساتھ تھے۔ ایک فاحشہ عورت آ کر مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ساتھ مل کر بیٹھ گئی۔ مولانا منیر خوب ہنسے اور کہا کہ آج تمہاری بزرگی کا پتہ چلے گا۔ مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو دیکھتے بھی رہے اور چھیڑتے بھی رہے۔ فوراً ایک ریل کا ملازم بابو آیا اس نے آ کر عورت سے کہا کہ تو کیوں یہاں بیٹھی ہے؟

[1] تاوان ۱۲

یہ عورتوں کا کمرہ نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہم بھی مردوں کی طرح ہیں۔ اس نے کہا کہ کھڑی ہو ورنہ بالوں سے پکڑ کر باہر کر دوں گا۔ فوراً چلی گئی۔

(۱۸۸) فرمایا کہ مولوی منیر صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے معتقد بھی تھے اور بے تکلف بھی تھے۔ نوکری کے بھی متلاشی تھے۔ خواب دیکھا کہ بریلی سے سفید بط اڑ کر آئے ہیں۔ یہ خواب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے بیان کیا۔ تو مولانا نے فرمایا کہ اگر مٹھائی کھلاؤ تو بیس روپیہ کا نوکر کرا دیں ورنہ گیارہ کا۔ کہا کہ مٹھائی لے لو۔ فرمایا کہ جاؤ بریلی! بیس روپیہ کے نوکر ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گذرے کہ اطلاع آگئی کہ تمہاری درخواست منظور ہو گئی ہے اور بیس روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ مولوی منیر صاحب نے مولانا صاحب سے کہا کہ بیس اور گیارہ کا قصہ بط سے تو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اتنا سمجھ میں آسکتا ہے کہ سفید اور حلال روپیہ ہوگا۔ مگر بیس اور گیارہ کا پتہ نہیں چلتا۔ فرمایا کہ لفظ بط اردو میں مخفف ہے۔ اور عربی میں مشدد۔ تو اردو کے لحاظ سے تو با کے دو عدد ہیں اور طا کے نو۔ تو گیارہ ہوئے۔ اور عربی کے لحاظ سے دو طا اعتبار کر کے اٹھارہ اور با کے دو تو کل بیس ہو گئے۔

(۱۸۹) فرمایا کہ شیخ سے جتنی محبت مفید ہے اتنی تعظیم مفید نہیں۔

(۱۹۰) فرمایا کہ ایک شخص نے کان پور میں کہا کہ "من آنم کہ من دانم"[1] تو حاجی عبدالرحمٰن صاحب مالک مطبع نظامی نے کہا کہ آپ تو پھر بہت بڑے آدمی ہیں۔ کیونکہ یہ آپ نے اقرار کر لیا کہ اپنے آپ کو جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو جان لیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ تو آپ نے تو حق تعالیٰ کو جان لیا فرمایا کہ عامی آدمی تھے مگر بہت عمدہ بات نکالی۔

(۱۹۱) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری دنیا کی طرف مبعوث تھے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے علوم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے دیے کہ ساری دنیا کے دانت کھٹے کر دیے اور سہل عبارت میں بڑے بڑے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیے۔

(۱۹۲) فرمایا کہ طاعون میں مکان بدل لے تو یہ جائز ہے مگر شہر چھوڑ کر نہ جاوے۔ کیونکہ حدیث میں لفظ بلد[2] ہے بیت[3] نہیں ہے۔

---

[1] اپنی حقیقت مجھی کو معلوم ہے ۱۲   [2] شہر ۱۲   [3] گھر ۱۲

(۱۹۳) فرمایا کہ ظاہری طاعون میں تو لاعدویٰ[1] ہے مگر باطنی طاعون یعنی بد دینی وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدویٰ[2] ہے اور لوگ اُلٹا کرتے ہیں ؎

تا توانی دور شو از یارِ بد ‌‌‌‌‌‌ ‌‌ یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

فرمایا کہ لاعدویٰ کے ارشاد سے قلب قوی ہو جاتا ہے۔ مگر ضعفِ فطری کا اثر پھر بھی کچھ رہتا ہے

(۱۹۴) فرمایا کہ بچپن میں میرا غصہ اتنا تھا کہ غصہ کی وجہ سے بخار آجاتا تھا۔ اب تو غصہ کچھ بڑھا بھی ہو گیا ہے اور کچھ غصہ کو نافذ[3] بھی کر سکتا ہوں۔

(۱۹۵) فرمایا کہ لوگوں کو چاہیے میری کوئی علمی بات اگر ان کی سمجھ میں نہ آوے تو اس کو..... اپنے اساتذہ سے دریافت کریں۔ یہ مجلس قیل وقال کی نہیں ہے۔ یہ اس پر فرمایا تھا کہ ایک صاحب نے کسی بات کو دوبارہ دریافت کیا اور بات علمی تھی۔ پھر بھی اس کی سمجھ میں نہ آئی اور حضرت سے دریافت بھی فرمایا کہ سمجھے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اس پر یہ گذشتہ جملہ فرمایا۔

(۱۹۶) فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ ایسا لکھوں کہ عوام جس میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ کسی مذہب میں بھی جائز ہو تو اس کی اجازت دے دوں۔ تاکہ مسلمان کا فعل کسی طرح تو صحیح ہو سکے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ مولانا حنفی بہت پختہ تھے مگر عوام پر شفقت بھی بہت تھی۔ مگر ایسا رسالہ تو نہیں لکھا۔ بعض بعض مسائل حوادث الفتاویٰ میں ایسے آگئے ہیں۔ جمعہ فی القریٰ میں اگر حضرت امام شافعی رح کے قول میں احتیاط ہوتی تو فتویٰ دیدیتا مگر احتیاط حنفیہ کے مذہب میں ہے۔ کیونکہ اگر وہ شہر ہے اور شہر میں کوئی ظہر پڑھے تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ گو کراہت ہوگی۔ اور اگر چھوٹی بستی ہو اور وہاں جمعہ پڑھ لیا تو جمعہ بھی نہ ہوا اور ظہر بھی ساقط نہ ہوئی۔ اس واسطے احتیاط ترکِ جمعہ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابتلاء بھی تو نہیں۔ لوگ چھوڑ سکتے ہیں اگر جمعہ نہ پڑھیں تو کیا تکلیف ہوگی؟ کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اور زیادہ آرام ہوگا۔ اذان نہیں، خطبہ نہیں۔ دریوں وغیرہ کا انتظام نہ کرنا پڑے گا۔ ہاں مگر پیر جی اور مولوی جی کی آمدنی بند ہو جائے گی۔

(۱۹۷) فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح اونٹ پر سوار تھے اور اتفاقاً سو گئے اور آنکھ کھلی تو فجر کی نماز کا وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ امام ابو یوسف رح کو امام صاحبؒ نے نماز میں امام بنایا۔

---

[1] یعنی طاعون کا مرض اُڑ کر نہیں لگ سکتا ۱۲ [2] یعنی دوسرے سے لگ جاتا ہے ۱۲ [3] جاری ۱۲

تو انہوں نے صرف فرض و واجب نماز کے ادا کیے اور سنت اور مستحب ترک کر دیے تو امام صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا :-

صار یعقوبنا فقیھا ہمارا یعقوب فقیہ ہو گیا۔

(۱۹۸) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رح بہت صاف گو تھے۔ ایک مسئلہ میں نے لکھا۔ فرمایا کہ غلط ہے میں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بھی یہی لکھا۔ تو فرمایا کہ جب انہوں نے لکھا تھا تو میں نے اُن سے بھی کہہ دیا تھا کہ یہ غلط ہے۔ حاجی محمد اعلیٰ صاحب ایک شخص صاحب سماع تھے۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو اجازت سماع دے دی۔ مولانا گنگوہی رح نے فرمایا۔ یہ غلط کہتا ہے اور اگر حاجی صاحبؒ نے اجازت دیدی تو انہوں نے غلطی کی ہے۔

(۱۹۹) فرمایا کہ حافظ ضامن صاحبؒ نے فرمایا کہ کچھ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ ہر لقمہ کے اول بسم اللہ اور آخر الحمد للہ کہتا جاوے۔ پھر حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم کو تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے اول ایک دفعہ بسم اللہ اور سب کے اخیر ایک دفعہ شکر کرے۔

(۲۰۰) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ بیعت میں اتنی تنگی نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ بیعت تو مصافحہ ہے۔ پیر اور مرید میں سے جو مرحوم[1] ہو وہ مبغوض[2] کو جنت کی طرف کھینچے گا۔ کیونکہ :-

اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی

تو مرید اگر مرحوم ہوا تو وہی پیر کو جنت کی طرف لے جائے گا۔ اس واسطے بیعت میں وسعت فرماتے تھے

(۲۰۱) فرمایا کہ نجدیوں کے تسلط اور انتظام سے خوشی ہوتی ہے۔ مگر تصوف کے امور میں اگر طبیعت اُن سے اُکھڑ جاتی ہے۔ ان امور سے ان کے سامنے خاموش ہونا پڑے گا۔ گو ایک رسالہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم اس تصوف کے قائل ہیں جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ مگر جیں خشک۔ اُس تصوف کو بھی حاصل نہیں کرتے۔

(۲۰۲) فرمایا کہ حضرت سلیمان تونسویؒ سے ایک دفعہ اُس وقت جب کہ جماعتِ مغرب کی اقامت ہو گئی۔ ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی تو جماعت چھوڑ کر بیعت کر لیا اور ایک رکعت بھی جاتی رہی اُن کے مرید علما بھی تھے۔ ان کو شیخ کے اس فعل کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ آخر دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے

---

[1] جس پر حق تعالیٰ کی رحمت ہو ۱۲ [2] جو خدا کی رحمت سے دور ہو ۱۲

ساتھ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بیعت ہوگا وہ نجات پائے گا۔ اس واسطے میں نے جلدی کی کہ نماز سے فراغت تک خدا جانے کون مرے اور کون رہے۔

(۲۰۳) فرمایا تصوف میں نہ ایسا تر ہو کہ غرق ہوجائے اور نہ ایسا خشک ہو کہ حرق ہوجاوے کہ کسی طرح تری ہی نہ ہو۔

(۲۰۴) فرمایا مولوی محمد اسحٰق صاحب بردوانی نے لکھا کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت محدثین کے ساتھ ہے۔ پھر فقہاء، پھر صوفیاء۔ میں نے ان کو لکھا کہ ہماری محبت اس کے عکس ہے۔ پہلے صوفیاء کیونکہ ان میں محبت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر فقہاء کیونکہ یہ منتظم بڑے ہیں۔ پھر محدثین۔ کیونکہ اگر محدثین احادیث جمع نہ کرتے تو فقہاء اپنی عقل کیسے لڑاتے؟

(۲۰۵) فرمایا ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے کتاب الجنائز میں "عدد غسل میت" میں کہ اغسلن خمساً او سبعاً کے ذیل میں تصریح کی ہے اور امام مالک کا قول نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث کے سمجھنے میں فقہاء ہی کا قول معتبر ہے۔

اس کے بعد امام اوزاعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قصہ نقل فرمایا کہ امام اوزاعیؒ فرماتے تھے کہ معتقہ کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے کسی نے دریافت کیا فرمایا کہ فسخ نہیں ہوتا کسی نے پوچھا کہ تم نے کس سے سنا؟ فرمایا کہ امام اوزاعیؒ سے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ میں نے نہیں کہا جب دونوں ایک جگہ جمع ہوئے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تم نے حدیث بیان کی تھی کہ خیار مل جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا تو امام اوزاعی نے کہا کہ :-

نحن العطارون وانتم الاطباء — ہم عطار ہیں اور تم طبیب ہو۔

(۲۰۶) فرمایا علم روایتِ الفاظ اور ترجمہ کا نام نہیں بلکہ علم ان دقائق کا نام ہے جو اس کے اندر چھپے ہوئے ہیں

(۲۰۷) فرمایا بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کو کل سترہ ۱۷ حدیث پہنچیں میں نے کہا کہ اگر اس سے بھی کم پہنچیں تو امام صاحبؒ کا اور بھی کمال ظاہر ہوگا کیونکہ جس شخص کا علم حدیث اتنا کم ہو اور پھر وہ جو کچھ اپنی زبان سے فرمائے اور جو مسائل بیان کرے وہ سب حدیث کے مطابق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا مسلم ہوگیا اور فرمایا کہ یہ قول ابن خلکان کی بے احتیاطی ہے ورنہ صرف امام محمدؒ کی کتب احادیث جو وہ امام صاحبؒ سے روایت کرتے ہیں دیکھو تو انہی میں ہزاروں احادیث ملیں گی۔

(۲۰۸) فرمایا میری طبیعت کا یہ رنگ ہے کہ میں نے مثنوی کے سوا سب کتابیں اپنی ملک سے خارج کردی ہیں۔

(٢٠٩) فرمایا یہ حضرات (یعنی صوفیاء کرام) بڑے حکیم ہوتے ہیں۔ جمع بین الضدین کر دیتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص ہدیہ لایا تو فرمایا کہ "ہدیہ محبت کا شاہد ہے" چونکہ اس قول سے اُن غرباء کی دل شکنی کا اندیشہ تھا جن کو ہدیہ پیش کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی۔ تو اس کی اصلاح فرمائی اور فرمایا "مگر جب محبت کامل ہو جائے تو شاہد کی ضرورت نہیں رہتی"۔

(٢١٠) ایک شخص نے خط کے ذریعہ سے یا شیخ عبد القادر جیلانی کے وظیفہ کا حکم دریافت کیا۔ خط کی عبارت نہایت گستاخانہ تھی اور یہ لکھا تھا کہ "اس کا حکم تم کو کہاں تک معلوم ہے" جواب لکھا کہ حکم سے مراد کیا ہے؟ منصوص یا مستنبط؟

بعد میں فرمایا کہ بڑا ذہین بنتا ہے۔ میں اس کو دس سال ٹال سکتا ہوں۔ اپنا سوال بھی متعین نہیں کر سکے گا۔

(٢١١) فرمایا ڈھاکہ میں شہر سے دور شاہی باغ میں میں نے وعظ کہا۔ وہاں سب نواب صاحب کی قوم کے لوگ تھے جو داڑھی منڈے تھے۔ میں نے کہا صاحبو! یہ تو مجھے امید نہیں کہ تم میرے کہنے سے داڑھی منڈانی چھوڑ دو گے۔ مگر یہ تو کیا کرو کہ ہر روز سوتے وقت ایک دفعہ یہ خیال کر لیا کرو کہ یہ کام بہت بُرا ہے۔ ہم بڑے نالائق ہیں، بڑے خبیث ہیں۔ اس طرح ہر روز اپنے آپ کو ملامت کر لیا کرو۔ وعظ کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ آپ نے ایسی تدبیر بتلادی کہ کبھی داڑھی منڈا ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا کہ ہاں! میں چاہتا بھی یہی ہوں۔

(٢١٢) فرمایا ایک صاحب تعلیم یافتہ نے کیرانہ میں کہا کہ آپ کی کتابیں نہایت عمدہ ہوتی ہیں۔ مگر اردو ذرا عام فہم اور سلیس لکھا کریں۔ میں نے کہا کہ مضمون کچھ مشکل ہوتے ہیں! اس نے کہا نہیں صاحب خوب مضمون سمجھا ہوا ہو تو اس کا سمجھانا کیا مشکل ہے! میں نے کہا آخر آپ کی نظر میں کچھ مضمون ایسے بھی ہوں گے کہ آپ ان کو سمجھ سکتے ہیں اور دیہاتی لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ذرا اُن کو سہل کر دیں تاکہ دیہاتی بھی سمجھ جائیں۔ پھر مجھ کو وہ طریقہ بتلا دیں۔ بس اس پر خاموش ہو گئے۔

(٢١٣) ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ میں بھی مقروض ہو گیا ہوں اور مدرسہ میں بھی کچھ نہیں۔ آپ رنگون وغیرہ خط لکھ دیں کہ لوگ مدرسہ میں روپیہ داخل کریں۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ جس مدرسہ کا کام میرے ذمہ ہے میں اس کے لیے بھی نہیں کہتا اور نہ ہی ایسا کرنا جائز سمجھتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اراکین مدرسہ کو چاہیے کہ مدرسین وغیرہ سے یہ کہہ دیں کہ ہم ذمہ وار نہیں جی چاہے تو کام کرو

اگر آگیا تو دے دیں گے ورنہ طلب نہ کرنا۔ اگر کچھ نہ ہو سکے تو در سر بند کر دیں۔

(۲۱۴) (ملفوظ بالا کے سلسلہ میں تذکرۃً فرمایا) کہ اگر میں امراء کو اس طرح لکھنے لگوں تو پھر کوئی معتقد نہ رہے یہ سب اسی وقت تک ہے جب معلوم ہے کہ اس قسم کی سفارش نہیں کرتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور کے معتقدین اس قسم کے نہیں۔ قربان ہونے والے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے لوگ بہت معتقد تھے کہ شاید اتنے کسی کے معتقد نہ ہوں۔ ایک عرب اُن سے کان پور کے ایک وکیل کے نام خط لکھا کر لائے۔ مولانا نے لکھ دیا تھا کہ "اس کو دس روپیہ سے کم نہ دینا"۔ وکیل صاحب بڑے معتقد تھے اور بہت مال دار تھے۔ پہلے تو یہ عذر کیا کہ یہ خط مولانا کا نہیں۔ حالانکہ میں بھی جانتا تھا کہ خط مولانا کا ہے۔ وہ تو بہت معتقد تھا اور خوب جانتا تھا کہ خط انہی کا ہے۔ پھر نوکر کو کہہ دیا کہ جب عرب آوے تو اندر نہ آنے دینا۔ یہ قدر کی۔

(۲۱۵) فرمایا معتکف کو مسجد میں ریح صادر کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ یہ پاخانہ کا مقدمہ ہے۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ قاضی خاں میں اختلاف لکھا ہے۔ پھر قاضی خاں لایا گیا اور ملاحظہ فرمایا تو ایک قول میں اجازت تھی اور دوسرے قول میں جس کو قاضی خاں نے "اصح" لکھا، ممانعت تھی۔ ہنس کر فرمایا کہ دو قول ہیں۔ ایک یخرجہ (ای الریح فی المسجد۔ جامع) اور دوسرا قول یخرجہ (ای المعتکف الی خارج المسجد)

(۲۱۵) فرمایا "برق" اور "رعد" دونوں معاً ہوتی ہیں۔ مگر برق جلد محسوس ہوتی ہے اور آواز بعد میں۔ اور فرمایا کہ آواز کے وقت ڈرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ آواز سے پہلے بجلی جس جگہ گرنی ہوتی ہے گر چکتی ہے۔ آواز بعد میں آتی ہے۔

(۲۱۶) فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مجذومہ[1] عورت خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی حضرت عمرؓ نے اُس سے فرمایا کہ:۔

اُقْعُدِیْ فِیْ بَیْتِکِ   اپنے گھر میں رہا کر۔

مطلب یہ تھا کہ تیری وجہ سے لوگوں کو تکلیف پہونچتی ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ مجذومہ طواف کرتی پائی تو کسی نے اس سے کہا ابشری فان الرجل قد مات یعنی حضرت عمرؓ تجھ کو منع کرتے تھے وہ مر گئے تو خوش ہو کر اب کوئی منع نہیں کرے گا۔ اُس نے اُسی وقت طواف چھوڑ دیا اور کہا کہ اُن کے حکم کے خلاف اُن کی موت کے بعد نہیں کرنا چاہیے۔ گھر چلی گئی۔ اور کہا کہ میں تو سمجھی تھی کہ وہ زندہ ہوں گے پھر ڈانٹ دیں گے۔

(۲۱۷) ایک اہل علم نے دریافت کیا کہ سیر الی اللہ کے کیا معنی ہیں؟ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں؟

---

[1] جس کو کوڑھ کی بیماری تھی ۱۲

فرمایا کہ یہ اصطلاحی لفظ ہیں۔ سیر الی اللہ سے مطلب مقامات کو حاصل کرنا۔ جس کا دوسرا عنوان اخلاق کی درستگی صبر، توکل، رضا وغیرہ۔ اور سیر فی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بعد درستگی اس میں تبحر پیدا کرنا۔ جس کو حالات بھی کہتے ہیں۔ اس کی بعینہ یہ مثال ہے کہ جیسے درسیات پڑھنا۔ پھر پڑھنے کے بعد اس میں تبحر پیدا کرنا کہ اس حالت میں مضامین کثرت کے ساتھ منکشف ہوں گے جو درس اور مقامات کی تحصیل کے زمانہ میں اتنے نہ ہوتے تھے۔

(۲۱۸) فرمایا پہلے لوگ اچھے تھے۔ صورۃً بدعتی مگر حقیقۃً بدعتی نہ تھے۔ مخلص تھے۔

(۲۱۹) فرمایا ایک شخص نے ماہوار رسالہ یا اخبار یہاں جاری کرنا چاہا۔ میں نے کہا کہ میں اس مذاق کا نہیں کسی قدردان کے پاس بھیجا کریں۔

(۲۲۰) (بادل زور کا گرجا تو) فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مخلوق ہے جس کی ہیبت ہم سے برداشت نہیں ہوتی خود حق تعالیٰ کی کتنی ہیبت ہونی چاہیے۔

(۲۲۱) فرمایا وظیفہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" کی نسبت میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ وظیفہ پڑھو جس کی وجہ سے شیخ عبدالقادر جیلانی رح اس لائق ہو گئے کہ اُن کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ اور کہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رح خود یہ وظیفہ پڑھ کر کامل ہوئے یا دوسرا وظیفہ؟ یقیناً اس کو انہوں نے نہیں پڑھا۔

(۲۲۲) فرمایا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو یا تو اس کا احساس ہوتا ہوگا کہ لوگ مجھ کو پکار رہے ہیں یا نہیں۔ دوسری صورت میں تو پکارنا لغو فعل ہوا۔ اور صورت اول میں اُن کو بہت پریشانی ہوگی۔

ان کو چاہیے کہ ایسی امداد کریں جیسے ایک شخص ہر دل عزیز، لوگوں کو دریا سے پار کرتا تھا۔ ایک شخص اس کنارہ پر تھا اور دوسرا دوسرے کنارے پر۔ اس کو بوجہ اس کے کہ اس کی طرف تھا، دریا میں لے چلا توسط میں جا کر خیال کیا کہ اب اس کو چلا لایا ہوں، اُس کو بھی لاؤں۔ اس کو دریا میں کھڑا کیا اور دوسرے کو لینے کے لیے گیا۔ یہ دریا میں ڈوبنے لگا تو اُس دوسرے کو دریا میں چھوڑ کر پہلے کو پکڑنے کا ارادہ کیا اتنے میں وہ ڈوب چکا تھا پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا تو وہ بھی ڈوب چکا تھا۔ حضرت شیخ رح بھی ایسا ہی کریں تب باز آویں گے۔ اگر معلوم ہو کہ خط اُن کو پہنچ سکتا ہے ان کی طرف بھی یہ لکھ دیں۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک بزرگ کسی حجام سے حجامت کرا رہے تھے۔ کسی بزرگ کے مزار کی طرف قافلہ جا رہا تھا۔ اُس حجام نے حجامت درمیان میں چھوڑ کر کہا کہ میں قافلہ میں جاتا ہوں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ ان بزرگ نے کہا کہ حجامت پوری کر کے جاؤ۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ ان بزرگ نے کہا کہ میں تمہاری اُن سے ملاقات

کرا دوں گا۔ آخر وہ مان گیا۔ ان بزرگ نے خط لکھ دیا کہ وہاں مزار پر جا کر (کچھ حلیہ وغیرہ بتلا دیا ہوگا) اگر ایسے شخص کو ملے تو دے دینا۔ غرض حجام خط لے گیا اور وہ بزرگ انسانی شکل میں متمثل ہو کر حجام سے ملے اور کہا کہ میں وہی ہوں جس کے پاس تو خط لایا ہے۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ یہ اتنے لوگ تمہارے مزار پر آتے ہیں، گمراہ ہو رہے ہیں۔ ان کو تم کیوں نہیں روکتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم سے ایک حجام نہ رُکا تو میں سب کو کیسے روک سکتا ہوں۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی متمثل ہو سکتے ہیں۔ مگر اس وقت ملاقات کرنے والا صحابی نہیں ہوگا۔ کیونکہ صحابی بننے کے لیے دو چیزیں شرط ہیں کہ ایک جسم ناسوتی میں حضورؐ کی زیارت کیے اور یہ جسم مثالی ہے۔ دوسرے اتحاد زمانہ تبلیغ ہو۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ حضرت شاہ اہل اللہ دہلویؒ نے بھی جس جن کو دیکھا تھا۔ وہ جن تو صحابی تھا۔ مگر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ سے دریافت کیا کہ کیا شاہ اہل اللہ صاحبؒ تابعی ہوئے یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں کیونکہ تابعی ہونے کے لیے قرب زمانی شرط ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے ثم الذین یلونھم۔ اور فرمایا کہ یہ رویت[1] دراصل ان آنکھوں سے نہیں ہوتی۔ باطنی آنکھوں سے ہوتی۔ اس دیکھنے والے کو پتہ نہیں چلتا۔ یہ سمجھتا ہے کہ ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ علامت اس کی یہ ہے کہ اگر ان آنکھوں کو بند کر لے تو بھی دیکھ لے گا۔ اس واسطے بھی صحابی نہ ہوئے۔

(۲۲۳) فرمایا برزخ کی حیات بھی ایسی ہی ہو۔ فرق شاید غذا کی وجہ سے ہو۔ کیونکہ وہاں کی غذا میں فضلہ نہیں جیسا دنیا کی غذا میں فضلہ ہے۔ فرمایا کہ اس سے ایک حدیث بھی حل ہوگئی جس کو میں نے بعض وعظوں میں بھی بیان کیا کہ اہل جنت کو اول طعام زمین کی روٹی ملے گی۔ اشکال یہ ہے کہ پتھر، مٹی، ریت یہ کیسے کھائیں گے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ہنس کر فرمایا کہ زمین کا جوہر نکال کر دیں گے۔ اور یہ انگور وغیرہ پھل سب زمین کے جوہر ہیں۔ اور حکمت اس کی یہ ہو کہ بعض لوگوں نے دنیا میں ترکِ لذات کیا تھا ان کو جنت کے کھانے کی قدر نہ ہوتی کیونکہ وہ دنیا کا طعام چکھے ہوئے نہ تھے۔ اب اس سے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا کے طعام کی یہ لذت ہے۔ اس کے بعد جب جنت کے کھانے کھائیں گے تو فرق معلوم ہوگا۔ ورنہ یوں ہی سمجھتے کہ اس پھل کی یہ خاصیت ہے خواہ دنیا میں ہو یا جنت میں۔ اور جب تارکین کو کھلائیں گے تو جنت میں تو سب کو مل جائیں گے۔ (باقی آئندہ)

[1] دیکھنا ۱۲

قسط چہارم

النُّور

از حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ماہِ ربیع الاول کے فضائل

مگر پھر مکرر کہتے ہیں کہ باوجود اس منع تخصیص کے اس ماہ کی فضیلت کے ہم منکر نہیں۔ فضیلت اس میں ضرور ہے۔ اگر اس میں فضیلت نہ ہوتی تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیوں کیے جاتے؟ جیسے جمعہ میں حضرت آدمؑ کے تین واقعہ ہیں ایسے ہی یہاں بھی تین واقعہ ہیں۔ ایک ولادت شریفہ کہ بالاتفاق اسی ماہ میں ہے مشابہ ولادت آدم علیہ السلام کے اور دوسری بعثت بعض روایات پر مشابہ دخول جنت آدم علیہ السلام کے ہے اور تیسری وفات شریف کہ ماہ اور یوم تو علی الاتفاق عین زمانہ ولادت شریفہ ہے اور تاریخ بھی علی الاشہر وہی ہے جیسا تیسرا واقعہ وہاں ہبوط تھا کہ مشابہ وفات کے تھا۔ غرض اس ماہ کے لیے یہ فضائل ضرور ثابت ہیں۔ اور اسی ولادت شریفہ کی طرف اشارہ کرکے کہا گیا ہے:- ؎

لِهٰذَا الشَّهْرِ فِي الْإِسْلَامِ فَضْلٌ ۔ وَمَنْقَبَةٌ تَفُوقُ عَلَى الشُّهُوْرِ

رَبِيْعٌ فِيْ رَبِيْعٍ فِيْ رَبِيْعٍ ۔ وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

اول "ربیع" سے مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور دوسرا "ربیع" ہے موسم بہار کہ اس وقت یہ موسم تھا۔ یا یہ کہا جاوے کہ آپؐ کے پیدا ہونے سے بہار ہوگئی تھی۔ چنانچہ اسی سنہ کو لوگوں نے سنۃ الفتح والابتہاج کہا ہے۔ اور تیسرے "ربیع" سے مراد ہے مہینہ۔ اور دوسرے مصرعہ میں نورٌ فوق نورٍ الخ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کہ آپؐ میں انوار مجتمعہ متزائدہ تھے۔ تو یہ فضیلت اس ماہ کو حاصل ہے۔ خواہ تو وہ فضیلت اس طرح ہو کہ اس ماہ کو پہلے سے فضیلت عطا ہوگئی تھی اور اس ماہ کے ذی فضیلت ہونے کی وجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے لیے اس کو خاص فرمایا۔ رہی یہ بات کہ اس کو کیوں فضیلت عطا ہوئی تھی سو اس کی علت ہم کو معلوم نہیں۔ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں فضیلت عطا فرما دیں۔

دوشنبہ کی فضیلت

اور اسی طرح دوشنبہ کے دن میں فضیلت پہلے سے ہو اور بوجہ ان دونوں کے ذی فضیلت ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا کیا گیا ہو جیسے جمعہ میں فضیلت پیدا کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس میں پیدا کیا گیا۔ اور خواہ وہ فضیلت اس طرح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اس میں ہوئی ہے اس تلبس سے اس کو فضیلت حاصل ہو گئی ہے۔ اور ایسا ہی احتمال جمعہ میں بھی ہے کہ خود ولادت آدم علیہ السلام اور دیگر واقعات سے اس میں فضیلت آگئی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہو کہ پہلے سے فضیلت ثابت ہو اور ان واقعات کو علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہو۔ تو ایک احتمال پر یہ واقعات دلیل لمّی ہوں گے فضائل کے۔ اور دوسرے احتمال پر دلیل انّی۔ علیٰ ہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ :-

فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ — اسی دن میں پیدا کیا گیا اور اسی میں مجھ کو نبوت ملی

اس میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ چونکہ میری ولادت اور بعثت سے اس میں فضیلت آگئی ہے اس لیے روزہ رکھتا ہوں یا یہ کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ اس فضیلت سابقہ کی وجہ سے روزہ رکھتا ہوں تو دونوں احتمال دونوں جگہ ہیں اور اصل مقصود ثبوت فضیلت میں ہر دو مفید ہیں خواہ وہ فضیلت سبب ہو یا مسبب ہو۔ خوب کہا ہے۔ ؎

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف — گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف[1]

اس نے کھینچ لیا یا میں نے مگر اصل مقصود یعنی قرب تو حاصل ہو گیا۔ علیٰ ہذا یہ اس کی فضیلت کا سبب ہو یا وہ اس کی فضیلت کی علامت ہو۔ دونوں میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مگر قابل تعرض کے ایک اور بات ہے وہ یہ کہ اس حدیث ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ وُلِدْتُ فِيْهِ سے بعض لوگوں نے دکیا کیوں بعض لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہوائے نفسانی کے لیے محض بہانہ ہی ڈھونڈا کرتے ہیں جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے شاتقان متعہ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لوگ متعہ کے لیے بہانہ ڈھونڈتے ہیں جہاں م ت ع ان کو ملا اور انہوں نے اس سے متعہ ثابت کیا اور فرمایا کہ اگر متعہ ایسا ہی مستلے ہے تو شیخ سعدیؒ کے اس شعر میں بھی یہی مراد ہو گا ؎

تمتع زہر گوشہ یافتم — زہر خرمنے خوشہ یافتم

[1] قسمت اگر مدد کرے تو کسی طرح اس کا دامن ہاتھ آجائے پھر اگر وہ مجھے کھینچ لے تو نہایت خوشی، اور اگر میں اس کو کھینچ لوں تو نہایت عزت ۱۲

اور میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ میں بھی یہی مراد ہوگا کہ انسان اور جن آپس میں متعہ کرتے تھے۔ تو بعض لوگوں نے (جو یہ حدیث سُنی تو اس کو اپنی ایک غلطی کا سہارا بنا لیا۔ اور وہ ہے تو پرانا خیال مگر اب اس میں ایک نیا رنگ قومیت کا چڑھا ہے۔ جب سے یہ نئی جماعت بڑھی ہے اُس وقت سے ہر امر میں ایک قومیت اور تمدن کا رنگ پیدا ہوگیا ہے اور وہ غلطی عید میلاد النبی کی ایجاد ہے اور یہ پہلے سے بھی لوگوں میں رائج تھا کہ اس میں کپڑوں کا بدلنا اور مکان سجانا، احباب کو جمع کرنا اور ذکر شریف کا رسم کے طور پر اہتمام کرنا یا طلبہ یا شیرینی کا انتظام کرنا یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ مگر اب کے نو تعلیم یافتوں نے اس میں ایک اور نیا سیاسی رنگ چڑھا دیا ہے۔ اور میں کیا کہوں؟ اب کی مرتبہ ایک قصہ نئے رنگ کا بعض قدیم الخیال لوگوں کا سننے میں آیا یعنی ایک جگہ ذکرِ میلاد ہوا ہے تو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اخیر شب میں ہوگا جو عین وقت ولادت شریفہ کا ہے۔ چنانچہ اخیر شب میں لوگ جمع ہوئے اور عین طلوع فجر کے وقت ذکر ولادت شریفہ ہوا۔ صاحبو! کیا یہ امور قابل منع کے نہیں ہیں؟ صاحبو! آپ تو اس کی ممانعت سے وحشت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل بھی قرآن و حدیث میں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے تو اس درخت کو کہ جس کی گونہ فضیلت خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے:-

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ — بے شک اللہ راضی ہوا مومنین سے جب کہ وہ بیعت کرتے تھے آپ سے درخت کے نیچے۔

محض اس لیے جڑ سے کٹوا دیا تھا کہ لوگ اُس کی زیارت کا زیادہ اہتمام کرنے لگے تھے۔ صاحبو! جو اساطینِ دین ہیں وہ دین کی خرابی پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ وہ محض اپنی بدنامی کے خوف سے ہرگز خاموش نہیں ہو سکتے اگرچہ اُن سے کوئی ناراض ہو۔ اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ حق سُن کر کوئی ناراض نہیں ہوتا اگر سمجھا کر کہا جائے۔ زیادہ تر جو لوگ ناراض ہوتے ہیں اس کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ناصح ادھوری بات کہتے ہیں جس سے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل اصل ہی کے منکر ہیں۔ پوری بات کہنے والے سے کوئی نہیں بگڑتا۔ اور اگر کوئی پوری بات کہنے پر بھی بگڑے تو اس میں خود زیغ ہے اس کی ایسی حالت ہو جیسے یرقانی کی کہ اس کو ہر چیز زرد یا سیاہ نظر آتی ہے۔ غرض اس حدیث سے بعض لوگ عید میلاد النبی کو ثابت کرتے ہیں اور یہ تو پہلے سے۔ لیکن امسال اس پر ایک نیا سیاسی رنگ چڑھا ہے کہ بارہ ربیع الاول کو اہتمام کے ساتھ سب جمع ہوں اور جمع ہو کر دعا کریں مسلمانوں کی فلاح کے واسطے۔ دعا بہت اچھی چیز ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ دین میں ایک چیز کا بڑھانا، کہ جمع کے لیے یہ تاریخ معین کی جاوے کیسے جائز ہوگیا؟ کہتے ہیں کہ اس میں

لے ستون ۱۲ ۔۔۔ کے بجی ۱۲

دین کی شوکت ہے۔ مجھ سے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تعزیوں کو منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں کرتب دکھانے سے مشق ہو جاتی ہے اور شجاعت کی تحریک ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مفتلین صاحب نے فرمایا کہ شب برات میں آتش بازی وغیرہ سے منع نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے بہادری کی اسپرٹ محفوظ رہتی ہے۔ اللہ اکبر کس قدر بے حسی غالب ہو گئی ہے اور لوگوں کی عقولِ کیسی ماؤف ہو گئی ہیں۔ اگر ان کے قبضہ میں دین ہوتا تو حضرت خدا جانے اس میں کیا کچھ کتر بیونت کرتے۔ صاحبو! تمہارے اوپر ایک شرعی قانون حاکم ہے۔ تم کو اس کا ہرگز اختیار نہیں ہے کہ تم خود کوئی قانون بنا لو۔ مگر جو قانون تمہارے پاس ہے اس پر عمل کرنے کا حکم تم کو ہے۔ دیکھو بہت سے قانون ایسے ہیں کہ وہ حکام کو مفید ہو سکتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص تعزیرات ہند چھپنے کے وقت اخیر میں مثلاً یہی ایک دفعہ بڑھا دے کہ جو شخص حکام کے نام کے ساتھ "جناب" کا لفظ نہ کہے گا اس پر پچاس روپیہ جرمانہ ہوگا۔ تو تصحیح قانون کے وقت جب اس زیادتی کی اطلاع ہوگی، تو فوراً اس شخص کے نام وارنٹ جاری ہو جاوے گا۔

بدعت کے معنی

اور اسی مثال سے بدعت کے معنی بھی ان شاء اللہ آپ کی سمجھ میں آجاویں گے۔ وجہ اس کے جرم ہونے کی یہ ہے کہ قانون کا بنانا صاحبِ سلطنت کا کام ہے۔ تو جب کسی شخص نے کوئی قانون بنایا تو اگرچہ وہ قانون سراسر مفیدِ حکام ہی کیوں نہ ہو لیکن درپردہ اس مقنن نے اپنے صاحبِ سلطنت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدعت سراسر مسلمانوں کے لیے بزعم موجد نافع ہی ہو لیکن دین سے زائد ہو تو وہ ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ قانون بڑھانا۔ تو اس کی وہی سزا ہوگی۔

یہ جواب ہے اُن لوگوں کو۔ جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں بدعت میں یہ مصلحت ہے۔ صاحبو! اس میں تو خدا و رسول پر سخت اعتراض لازم آتا ہے کہ فلاں امر نافع تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اُس کو دین میں نہیں رکھا (نعوذ باللہ منہ) غرض عید میلاد النبی پر آج کل یہ رنگ چڑھایا گیا ہے اور مقصود اس سے وہی اظہار شوکتِ قومی ہے۔ لیکن ہمارا مذہب تو تفویض الی الشرع ہے

کہ بے حکم شرع آب خوردن خطاست ۔۔۔ وگر خوں بفتوے بریزی رواست

عید میلاد کے جواز کی دلیل

رہی دعا تو نمازوں کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ اور دعا کے لیے جو جلسے کیے جاتے ہیں اُن میں زیادہ ایسے لوگ جمع ہوتے ہیں کہ وہ نماز بھی

لے عقلیں ۱۲ ؎ قانون بنانے والا ۱۲ ؎ ایجاد کرنے والے کے خیال میں ۱۲ ؎ ہر کام میں شریعت کا اتباع ۱۲ ؎ بعض مقام پر تو بغیر شریعت کی اجازت کے پانی بھی پینا گناہ ہے اور لیکن شریعت کے حکم سے کسی کا خون بھی بہایا جاوے تو جائز ہے ۱۲

نہیں پڑھتے۔ بس محض اس واسطے کہ اپنا نام ہو اور بعض محض اقتضاء طبیعت کی وجہ سے کہ ان کی طبیعت میں اس قسم کے کاموں کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ لیکن شریعت مطہرہ نے ہم کو نرا جوش نہیں سکھلایا۔ اس جوش کی انتہا ہی کہ بعض نے قربانی ہی کو حذف کر دیا۔ صاحبو! ہم کو شریعت نے "جوش" سے زیادہ "ہوش" کا حکم دیا ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو جدید رنگ میں ہیں جو غریب اپنی اس ایجاد کا اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتے کہ اس میں قومی مصلحت ہے مگر کوئی شرعی دلیل بیان نہیں کرتے تو اس سے پھر بھی گمراہی کم ہوتی ہے۔ لیکن یہ عربی پڑھے لکھے جو بگڑے تو انہوں نے ایک جواب شرعی بھی تیار کر لیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:۔

ذَالِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ وُلِدْتُ فِيْهِ   یہ وہ دن ہے کہ میں اس میں پیدا ہوا۔

اس سے اس دن کا مبارک ہونا معلوم ہوا اور اس کی فضیلت ثابت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں روزہ بھی ثابت ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ زمانۂ ولادتِ نبویہ یوم العبادت ہے۔ تو جب ایک عبادت اس میں ثابت ہے تو دوسری عبادت کو بھی کہ فرحت و سرور بالنعمۃ[1] ہے اس پر قیاس کر لیا جاوے گا اور وہ دوسری بھی ثابت ہو جاوے گی۔

جواب لیکن ہم کو دونوں مقدموں میں کلام ہے۔ اس میں بھی کہ روزہ اس لیے رکھا تھا کیونکہ ممکن ہے کہ روزہ اس لیے رکھا ہو کہ وہ پہلے سے یوم الفضیلۃ[2] ہے اور یوم الولادۃ ہونا اسی فضیلت کے سبب تجویز فرمایا گیا ہو اور اس پر کہ روزہ کا سبب اس یوم کا کسی دوسری وجہ سے افضل ہونا ہے، ایک دلیل بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس روز میں اعمال پیش ہوتے ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزہ کی حالت میں پیش ہو تو معلوم ہوا کہ یوم دوشنبہ پہلے سے یوم العرض[3] ہونے کے سبب ذی فضیلت ہے اور اسی وجہ سے اس میں آپ کی ولادت بھی متحقق ہوئی۔ جیسے دسویں محرم کی کہ اس میں حضرت حسینؓ کو شہادت ہوئی لیکن وہ دن آپ کی شہادت کی وجہ سے افضل نہیں ہوا بلکہ اس کے ذی فضیلت ہونے کی وجہ سے اس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور اگر ثابت بھی ہو جاوے کہ فضیلت اسی وجہ سے ہے یا دونوں کو سببیت میں من وجہ دخل ہے تو زیادہ سے زیادہ اسی قدر تم بھی کر لو جو حضورؐ سے ثابت ہے۔ اور اگر قیاس ایسا ہی عام ہے تو چاہیے کہ مکہ والے ہر دوشنبہ کو حج بھی کر لیا کریں۔ کہ جب روزہ ثابت ہے حج کو بھی قیاس کر لیں۔

حضرت! قیاس کرنا آپ کا کام نہیں ہے۔ اگر قیاس ایسا سستا ہے تو غیر مقلدوں کو ہرگز برا نہ کہو۔ غیر مقلد

---

[1] کسی نعمت سے خوش ہونا ۱۲ [2] فضیلت کا دن ۱۲ [3] اعمال کے پیش ہونے کا دن ۱۲

اس کو نہیں کہتے ہیں جو اپنے کو غیر مقلد کہے۔ بلکہ آج بلا ضرورت شرعیہ جو لوگ قرآن و حدیث سے استخراج[۱] کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب غیر مقلد ہی ہیں۔ اور لطف یہ کہ سب سے زیادہ یہی لوگ غیر مقلدوں کے دشمن ہیں۔

غرض جو شخص اعمالِ ظاہرہ کے اثبات میں کذا فی الھدایہ، کذا فی الدر المختار[۲] نہ کہے بلکہ خود دعوے استنباط[۳] کا کرے۔ بس وہ غیر مقلد ہے۔

عیدِ میلاد کی ابتدا

صاحبو! علماء نے تصریح فرما دی ہے کہ چوتھی صدی سے اجتہاد منقطع ہے۔ ہمارے لیے اسلم یہی ہے کہ جو بات ہم کو پیش آوے اس کو "ہدایہ" میں دیکھیں یا "در مختار" میں۔ اور اس کا پتہ نہ "ہدایہ" میں ہے نہ "در مختار" میں۔ محض ایک مسلمان بادشاہ کی ایجاد ہے۔ اُس نے عیسائیوں کے توڑ پر ایجاد کیا تھا۔ کہ جیسے اُن کے ہاں بڑے دن میں خوشی ہوتی ہے اور رونق ہوتی ہے اسی طرح ہم بھی کریں۔ مگر خیر اس کے اہتمام سے گو وہ سُنت کے خلاف تھا۔ مگر یہ غرض تو حاصل تھی۔ اور اب تو وہ بھی نہیں کیا دو آنے کی مٹھائی تقسیم کر دینے سے یا چند آدمیوں کے جمع ہو جانے سے اُن کا توڑ ہو سکتا ہے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اُس بادشاہ کی یہ رائے ہی غلط تھی۔ اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں۔

حکایت

اسلام کی تو وہ شوکت ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں لوگوں نے نیا لباس بدلنے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ :-

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم کو حق تعالیٰ نے اسلام سے عزت دی ہے۔

صاحبو! اگر ہم سچے مسلمان ہوں، تو ہماری عزت سب کے نزدیک ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ ایک معمولی وضع میں رہتے تھے مگر لفٹنٹ گورنر ان کے سلام کو آتے تھے۔

حکایت

حضرت خالدؓ ماہان ارمنی کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ وہاں حریر کا فرش بچھا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو ہٹا دیا۔ ماہان نے کہا کہ اے خالد! میں نے تمہاری عزت کی تھی لیکن تم نے اس کو قبول نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ماہان تیرے فرش سے خدا کا فرش اچھا ہے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱ے مسائل نکالنے کی ۱۲ ۲ے یعنی کتب فقہ کا حوالہ نہ دے ۱۲

۳ے مسائل نکالنے کا ۱۲

نے حریر کے استعمال سے منع فرمادیا ہے۔

تو کیا اس حریر کے ہٹا دینے سے ان کی شوکت کم ہوئی یا اور بڑھ گئی؟ مسلمانوں کی عزت یہی ہے کہ ہر موقع پر کہہ دیں کہ "ہم کو فلاں کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔" مگر آج لوگ اسلام کے احکام ظاہر کرنے کو ذلت سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ میں نے ریل میں نماز اس لیے نہیں پڑھی کہ وہاں سب ہندو ہی تھے۔ دیکھ کر اسلام پر ہنستے اِنَّا لِلّٰہِ۔ ایک وہ وقت تھا کہ ہر بات میں قرآن و حدیث زبان پر آجاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روم پر حملہ کیا ہے تو وہاں کے عیسائیوں نے کہا کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور ہم بھی اہل کتاب ہیں۔ تو ہم میں تم میں ایسا زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ تم اول مجوس فارس سے لڑو کہ وہ مشرک ہیں۔ واقعی ہم تو شاید اس سوال کا جواب نہ دے سکتے لیکن صحابۂ کرام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ ہم کو حکم ہے:۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ ۔۔۔ جو کفار تمہارے قریب ہیں ان سے جہاد کرو۔

اور تم ان کی نسبت نزدیک ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے قلب میں قرآن بسا ہوا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا ماہان ارمنی سے کہ تیرے فرش سے خدا کا فرش افضل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے سے ہے اور آج تک چلا آتا ہے۔ نہ دھونا پڑتا ہے نہ کچھ۔ بلکہ اور ناپاکی کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

حکایت

یہ وہ فرش ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے جب سنا کہ:۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا ۔۔۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا

تو جوتا نکال کر پھینک دیا کہ خدا کے فرش پر جوتا لے کر نہ چلنا چاہیے۔ آخر تمام درند، چرند کو حکم ہو گیا کہ جہاں جہاں بشر حافی جاویں وہاں وہاں بیٹ نہ گرنے پاوے۔ صاحبو! ہماری عزت سامان سے نہیں ہے۔ اگر ہے تو بے سر و سامانی سے ہماری عزت ہے۔ یہ بے سر و سامانی کی وہ عزت ہے کہ ؎

زیر بارند درختاں کہ ثمرہا دارند [1] ۔۔۔ اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

دل فریبانِ نباتی ہمہ زیور بستند ۔۔۔ دلبرِ ماست کہ با حسنِ خداداد آمد

---

[1] جو درخت میووں سے لدے ہیں وہ زیر بار ہیں: سرو خوب ہے کہ ہر غم سے آزاد ہے۔
خودرو محبوبوں نے اپنے کو زیور سے آراستہ کر رکھا ہے: ہمارا محبوب ایسا ہے کہ حسن خداداد سے مالامال ہے ۱۲

بدعت کی حقیقت

اور سُنیئے دواتھی اگر آدمی غور کرے تو بدعت کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے) جونپور میں ایک صاحب نے دسویں ایجاد کی تھی کہ وہ ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو شہادت نامہ پڑھواتے تھے۔ نیت تو یہ تھی کہ لوگ شیعوں کی مجالس میں شریک نہ ہوں۔ لیکن اُن کا یہ مقصود بھی حاصل نہ ہوا۔ لوگ اس سے فارغ ہو کر شیعوں کی مجالس میں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میاں چلو اُن کے بھی ہاں بھی دیکھ آویں کیا ہو رہا ہے۔

یہ ہیں بدعات کی مصالح۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر یہ مصالح واقع میں مصالح ہیں تو خدا تعالیٰ نے باوجود ان مصالح کی رعایت نہ کرنے کے یہ کیوں فرما دیا تھا کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔

ایک شبہ کا جواب

اور بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اذکار و اشغال ہیئات و قیود خاصہ بھی تو در مختار میں نہیں ہیں۔ تو سمجھو کہ اذکار و اشغالِ خاصہ سے غرض تحصیل ثواب نہیں ہے۔ بلکہ مقصود اُن سے خاص[1] کیفیات کا طبیعت میں پیدا کرنا ہے مثل تقلیل خطرات و جمعیت و یکسوئی۔ گو پھر اُن سے عبادت میں کام لیا جاوے۔ ان کی حالت مثل ادویہ طبیہ کے ہے۔ کہ کوئی دوا بخار کو نافع ہے اور کوئی کھانسی کو نافع ہے۔ تو مقصود ان سے تحصیلِ کیفیتِ صحت ہے۔ پھر چاہے وہ ذریعہ عبادت کا بن جاوے۔ اور یہ تجربہ ہے کہ وہ کیفیات اُن خاص طرق سے حاصل ہوتی ہیں۔ تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ ہم ان کو نفع عاجل کے لیے کرتے ہیں اور ان کو مثل ادویہ طبیہ کے سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہم حبسِ دم کو ہرگز عبادت نہیں سمجھتے بلکہ تدبیر سمجھتے ہیں جمع طبیعت کی۔ بخلاف بدعاتِ متعارفہ کے کہ وہ کی جاتی ہیں تحصیلِ ثواب کے لیے اور حبسِ دم وغیرہ تحصیلِ کیفیات کے لیے کی جاتی ہیں اور یہ نفع ان کا مشاہد ہے۔ پس چونکہ اُس کو دین سمجھ کر نہیں کیا جاتا اس لیے اس کے در مختار میں ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور بدعات کو چونکہ دین[2] سمجھ کر کیا جاتا ہے اس واسطے اس کے در مختار میں ہونے کی ضرورت ہے اور جب کہ یہ در مختار وغیرہ میں نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت ہیں اور لغو ہیں۔

---

[1] اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ محققین کیفیات کو غیر مقصود کہتے ہیں۔ سو ان کا مطلب یہ ہو کہ مقصود بالذات نہیں ۱۲

[2] اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اگر کسی بدعت کو دین نہ سمجھیں بلکہ دنیوی شوکت کے لیے کریں تو کیا حرج ہے۔ بات یہ ہو کہ ہوگی تو وہ دین ہی کی شوکت گو فی الدنیا ہو۔ اور اظہار شوکت دین عبادت ہے پس وہ بہر حال میں دین ہو گیا ۱۲

خلاصہ یہ ہوا کہ ہر حکم کے ثبوت کا مدار شریعت پر ہے۔ پس حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا۔ تو تم بھی اتنا ہی کر لو۔ باقی عید میلاد النبی وغیرہ یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو تھے دلائل شرعیہ۔

یوم ولادت کو عید یا یوم وفات کو ماتم کی ممانعت کا عجیب نکتہ

اب میں ایک اور دلیل بیان کرتا ہوں جو کہ بطور الہامی دلیل کے ہے اور اس کے بیان سے کچھ فخر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ہر امر جو شریعت کے خلاف نہ ہو اور کہیں مدون بھی نہ ملا ہو اور وہ القاء[1] ہو قلب میں تو اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام سمجھا جاوے گا۔ وہ یہ ہے کہ عجیب اتفاقی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت و وفات اور ماہ ولادت و وفات بالاتفاق اور دونوں کی تاریخ بھی علی المشہور ایک ہی ہے۔ تو عجب نہیں کہ اس اتحاد میں اس طرف اشارہ ہو کہ کوئی شخص اس دن کو نہ یوم العید بناوے اور نہ یوم الحزن[2]۔ کیونکہ اگر کوئی اس کو یوم العید بنانا چاہے تو وفات کا خیال مانع خوشی ہو جاوے اور اگر کوئی یوم الحزن بنانا چاہے تو ولادت شریفہ کا خیال مانع رنج ہو جائے۔ تو اس سے بھی اس دن کے یوم العید ہونے کی جڑ کٹ گئی اور چونکہ ان دونوں واقعوں سے زیادہ کوئی واقعہ سرور و حزن کا نہیں ہے۔ جب ان ہی کے زمانہ کو یوم العید و یوم الحزن بنانے کی جڑ کٹ گئی تو اور واقعات کے ازمنہ کے لیے تو بدرجۂ اولیٰ۔ اگر شرعی دلائل موجود نہ ہوتے تو ہم اس دلیل کو کوئی چیز نہ سمجھتے لیکن چونکہ اب یہ شریعت کے موافق ہے اس لیے ہم اس پر خدا کا شکر کرتے ہیں۔ غرض وہ شبہ جو حدیث:۔

ذَالِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ وُلِدْتُّ فِيْهِ — یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا۔

سے ہوا تھا اب زائل ہو گیا ہوگا۔ یہ ہے ہمارا کلام اس مسئلہ کے متعلق۔

نفس ذکر شریف کا تاکد

باقی نفس ذکر۔ قطع نظر رسوم سے تو خدانخواستہ ہم اس کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ اس کو وظیفہ کے طور پر کرو۔ اور قرآن ہی میں اس کا وظیفہ ہونا جگہ جگہ مذکور ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ — بے شک تمہارے پاس تم ہی میں کا رسول آیا ہے۔

[1] الہام ۱۲ [2] غم ۱۲

اور :- قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ — بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب آئے ہیں

علیٰ ہذا اور بہت جگہ قرآن شریف میں مذکور ہے تو جو شخص روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو ایک دو آیت آپ کے ذکر شریف کی ضرور پڑھتا ہو تو کیا ایسا شخص منکر ہوگا۔ اور دیکھیے جہاں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی ہے اور علیٰ ہذا نماز میں بھی تشہد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا اور تشہد کے بعد درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا زیادہ تر ذکر ہے تو نماز اور قرآن بھی آپ کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا — اے نبی ہم نے آپکو بھیجا گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ — والا اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر۔

تو کون ظالم ہے کہ اس سے منع کرے اور کون ظالم ہے کہ وہ کسی کو منع کرنے والا کہے لیکن سمجھو باہر نکل نماز پڑھو لیکن قبلہ کی طرف منہ کرکے پڑھو

خلاصہ کلام

بس مجملاً ان آیات کے ایک دو آیتیں بھی جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس کی وہ تفسیر جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور ہیں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے اس سے پہلے بھی

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا — تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے۔

فرمایا ہے۔ تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جَآءَكُمْ کا فاعل ایک ہو اس وجہ سے کہ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا کے ساتھ جو آپ کی شان بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے :-

يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ — جو بہت سی وہ باتیں ظاہر کرتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے

یعنی آپ کو مُبَیِّن و مُظہر فرمایا ہے اب سمجھیے کہ نور کی حقیقت ہے الظاہر بنفسہ المظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے زیادہ مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں :-

كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ — (قرآن) روشن کتاب ہے ہدایت کرتا ہے اس سے اللہ

تو کتاب کو تو آلۂ اظہار فرمایا اور آپ کو يُبَيِّنُ میں خود مظہر فرمایا۔ بس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا۔ اور جو چیز ظاہر کرنے والی ہوتی ہے اس میں ذاتیت کی شان زیادہ ملحوظ ہوتی ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ کتاب میں بھی ظہور اور اظہار دونوں ....

ہوتے ہیں لیکن ایک فرق ہے وہ یہ کہ نور پر جب اول بار نظر ہوتی ہے تو یہ نیت اور خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ خود شاہد ہے جیسے کتاب کبھی تو اس طرف ذہن بھی نہیں گیا کہ ہم کو اول نور نظر آیا ہے پھر اس کے ذریعہ سے کتاب نظر آئی ہے بلکہ اس میں مظہر کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ بخلاف کتاب کے کہ اول یہی نیت ہوتی ہے کہ وہ خود سمجھ میں آئے۔ پھر سمجھ میں آنے کے بعد اس کے مضامین اور احکام منکشف کیے جاتے ہیں۔ تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہے اور کتاب میں ظہور غالب ہے۔ تو يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ میں

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مناسب ہے یہ وجہ ترجیح۔ مگر اس میں ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ — آ چکی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کے پاس سے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا — اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف کھلا ہوا نور۔

تو یہاں برہان کو مراد غالباً بقرینہ جآءکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور غالباً بقرینہ انزلنا قرآن۔ وہی نور یہاں بھی آیا ہے اور

القرآن یفسر بعضہ بعضًا — قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم یہ کب دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاں لفظ جآء ہو وہاں اس کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ ممکن ہے کہ یہاں جآءکم کی اسناد کتاب کی طرف مجازاً ہو مگر جہاں اسناد حقیقی بن سکے وہاں اس کو کیوں نہ اختیار کیا جائے اور یہاں یعنی قد جآءکم نور میں ہو سکتا ہے پس یہاں یہی مناسب ہوگا دوسرے ہم انزلنا سے بھی رسول ہی مراد لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور مقام پر ہے:۔

اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا — ہم نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا یعنی رسول

رسولًا بدل بطور تفسیر کے ذکر کے۔ یہاں بھی انزلنا کا معمول لفظ رسولًا واقع ہوا ہے پس اس کی بھی تفسیر مختار پر کوئی غبار نہیں رہا۔

نیز یہ تو طالب علموں کے کام کی ایک بات تھی مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کو بطور امتنان کے فرمایا ہے تو اس کو ہم کو سبق لینا چاہیے کہ ہم ایک تو روزانہ ذکر کیا کریں اور اگر کوئی کہے کہ قرآن کی تلاوت میں آ ہی جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مجمل آتا ہے اس سے اکثر لوگ تفصیل نہیں سمجھ سکتے۔

دوسرا سبق لینا چاہیے کہ اس امتنان کے بعد یہ ارشاد ہے کہ ان سے ہدایت ہو۔ اور اگر یہ حاصل نہیں کیا تو محبت نہیں ہے۔ اسی کو کہتے ہیں:۔ ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ — هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعُ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ — اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعُ

یعنی حیرت ہے کہ تم دعویٰ حب رسول کا کرتے ہو پھر ان کی نافرمانی کرتے ہو۔ اگر تم سچے محب ہوتے تو ضرور اطاعت کرتے کیونکہ عاشق محبوب کی اطاعت کیا کرتا ہے۔

بس یہی بیان کرنا تھا۔ وقت اس کی تو گنجائش بھی نہیں کہ مفصل حالات کا ذکر کرتا۔ اس لیے اصول پر اکتفا کیا۔ دوسرے میں نے ایک کتاب کا پتہ بھی دے دیا ہے مفصل ذکر کو جس کا جی چاہے اس کو منگا کر اپنے پاس رکھے۔ اب خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ توفیق مرضیات عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت عطا فرماوے۔ آمین ؛

مخمس

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ [1]

نگاہوں سے جو اوجھل جلوۂ جانانہ ہو جائے
مری نظروں میں کیوں تاریک پھر دنیا نہ ہو جائے
نصیحت تیری ناصح شکوۂ بیجا نہ ہو جائے
رواں بے اختیار آنکھوں سے کیوں پیمانہ ہو جائے
کروں کیا صبر کا لبریز جب پیمانہ ہو جائے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کسی کو رات دن سرگرمِ فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

[1] یہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے صاحبزادے کی وفات پر فرمایا تھا ۱۲

قسط پنجم

فتح الغفور

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی،

وَالنَّفْسُ وَالرُّوحُ هُمَا شَيْئَانِ (۲۴) وَقِيلَ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَالثَّانِي
اِخْتَارَهُ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْقَيِّمِ (۲۵) لِمَا رَآهُ مِنْ دَلِيلٍ قَيِّمٍ

(تیسرا مسئلہ) یہ کہ نفس اور روح دو الگ الگ حقیقتیں ہیں یعنی دونوں کا مصداق اور مسمیٰ جدا جدا ہے۔ یا یہ کہ نفس اور روح دونوں ایک ہی شے ہیں۔ دونوں کا مصداق اور مسمیٰ ایک ہے۔ فقط تغایرِ صفات کی بنا پر دو نام ہو گئے۔ پہلا قول جمہور علماء کا ہے کہ نفس اور روح متغایر بالذات ہیں بعض علماء کا قول یہ ہے کہ نفس اور روح فی الحقیقت شے واحد ہیں۔ حافظ ابن قیم نے کتاب الروح میں اسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔

وَمَوْتُهَا خُرُوجُهَا مِنَ الْبَدَنْ (۲۶) هٰذَا الَّذِي يَخْتَارُهُ ذُوُو الْفِطَنْ

(چوتھا مسئلہ) یہ ہے کہ روح مرتی ہے یا نہیں۔ ایک جماعت علماء کی یہ کہتی ہے کہ روح بھی مرتی ہے اور موت کا مزہ چکھتی ہے۔ کما قال تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ اور ایک جماعت علماء کی یہ کہتی ہے کہ ارواح پر موت طاری نہیں ہوتی ارواح تو بقاء اور دوام کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ بدن مرتا ہے اور روح باقی رہ جاتی ہے، ثواب اور عذاب میں مبتلا ہوتی ہے۔ قولِ فیصل یہ ہے کہ روح مرتی ہے مگر موت کے معنی یہ نہیں کہ روح معدوم اور فنا ہو جاتی ہے بلکہ موت سے مراد یہ ہے کہ روح جسم سے مفارقت اختیار کر لیتی ہے۔ تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اجسام کے مرنے کے بعد ارواح باقی رہتی ہیں کوئی ثواب میں اور کوئی عذاب میں یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہو گی تو ارواح کو ابدان کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

فَهٰذِهِ الْأَرْبَعُ فِي الْمَسَائِلْ (۲۷) مُشْرِقَةُ الْأَنْوَارِ وَالدَّلَائِلْ

ذکر ثواب اعمال بعد از موت

حضرت ناظمؒ جب روح کے احوال اور مسائل کے بیان سے فارغ ہوئے تو ثواب اعمال کے مسائل بیان فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کو کون سے اعمال کا اجر اور ثواب ملتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ بعض اعمال تو ایسے ہیں کہ باجماع ائمہ اہل سنت والجماعت مرنے کے بعد مُردہ کو اُن کا ثواب پہونچتا ہے۔ اور بعض اعمال وہ ہیں کہ جن کے ثواب پہونچنے میں ائمہ اور فقہار کا اختلاف ہو جیسے نماز اور روزہ اور حج وغیرہ کے ثواب پہونچنے میں اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب ذکر کریں گے۔ پھر جن اعمال کا ثواب باتفاق ائمہ اہل سنت پہونچتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ اعمال ہیں کہ جن میں میت کے عمل اور کسب کو دخل ہے مثلاً تعلیم و تلقین و تصنیف و تالیف اور بنا مسجد و خانقاہ وغیرہ وغیرہ۔ مرنے کے بعد ان چیزوں کا ثواب میت کو بالاجماع پہونچتا ہے۔ دوسرے وہ اعمال ہیں کہ جن میں میت کے عمل کو کوئی دخل نہیں جیسے مرنے کے بعد میت کے لیے دعاء اور استغفار اس کا اجر و ثواب بھی مردہ کو بالاتفاق پہونچتا ہے۔ آئندہ اشعار میں اولاً انہی دونوں قسموں کا ذکر فرماتے ہیں کہ جن کے ثواب اور اجر میں کسی کا اختلاف نہیں۔

وَيَلْحَقُ الْمَيِّتَ بَعْدَ الْمَوْتِ (۲۸) مِنْ اَجْرِ مَا قَدَّمَ قَبْلَ الْفَوْتِ

عَشْرُ خِصَالٍ اَرْبَعٌ فِيْ مُسْلِمٍ (۲۹) وَغَيْرُهَا فِيْ غَيْرِهٖ فَلْتَعْلَمِ

هٰذَا عَلَيْهِ جُمْلَةُ الْاَعْيَانِ (۳۰) وَمِثْلُهَا اَيْضًا دُعَا الْاِخْوَانِ

جن اعمال کا ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو ملتا رہتا ہے وہ دس عمل ہیں جن میں سے چار صحیح مسلم میں ہیں اور باقی چھ دوسری حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) صدقۂ جاریہ۔ (۲) علم نافع۔ جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد نفع اٹھائیں۔ (۳) ولد صالح جو اس کے لیے دعا کرے۔ (۴) مرابط، یعنی جو شخص دارالاسلام کی سرحد کی حفاظت میں مر گیا۔

(۵) قرآن شریف۔ جس کو وراثت میں چھوڑا۔ اور حدیث اور تفسیر اور فقہ اور دین کی کتاب اسی حکم میں ہے۔ (۶) مسجد بنائی۔ مدرسہ اور خانقاہ مسجد کے حکم میں ہے۔ (۷) مسافر خانہ بنایا (۸) کنواں

کھدوایا یا کوئی نہر جاری کی۔ (۹) کھجور کا درخت لگایا۔ (۱۰) سنتِ حسنہ یعنی کوئی نیک طریقہ نکالا۔

یہ وہ دس اعمال ہیں کہ جن کے متعلق تمام اعیان اور محققین علماء کا اتفاق ہے کہ مرنے کے بعد ان اعمال کا ثواب میت کو پہونچتا رہتا ہے اور اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مرنے کے بعد اخوان مسلمین کی دعا اور استغفار بھی میت کو نفع پہونچاتی ہے۔

وَاخْتَلَفُوا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ (۳۱) وَغَيْرِهَا مِنَ الْقُرُبَاتِ
وَالْحَقُّ اَنَّ الْكُلَّ مِمَّا يَلْحَقُ (۳۲) دَلَّتْ لَهٗ اَدِلَّةٌ تُحَقِّقُ

اور عبادات بدنیہ کے ثواب پہونچنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مثلاً کوئی زندہ اپنی نماز یا روزہ یا حج یا تلاوت قرآن کا ثواب کسی میت کو ہدیہ کرنا چاہے تو اس کو پہونچتا ہے یا نہیں۔ حق یہ ہے کہ ان سب عبادات اور قربات کا ثواب میت کو پہونچتا ہے جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے۔

قَدْ سُقْتُهَا فِي شَرْحِ هٰذَا النَّظْمِ (۳۳) تَقْضِي لِمَنْ حَقَّقَهَا بِالْجَزْمِ
بِاَنَّ مَا يُهْدٰى مِنَ الطَّاعَاتِ (۳۴) لِاَيِّ مَيِّتٍ كَانَ خَيْرًا يَاْتِي

اور ان تمام دلائل کو ہم نے اس نظم کی شرح میں بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ جن سے یہ امر یقین اور جزم کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے کہ میت کے لیے جس طاعت کا بھی ہدیہ بھیجا جائے وہ اس کے پاس پہونچتا ہے۔

وَهٰهُنَا قَدِ انْتَهَى الْمُرَادُ (۳۵) مِنْ جَمْعِ مَا يُهْدٰى بِهِ الْعِبَادُ
اِلٰى سَبِيلِ الْخَيْرِ وَالرَّشَادِ (۳۶) وَالْاَجْرُ لِلْعَامِلِ فِي الْمَعَادِ
مُصَلِّيًا مِنْ بَعْدِ حَمْدِ الْوَاجِدِ (۳۷) عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهِ الْاَمَاجِدِ
يَدُومُ مَهْمَا دَامَتِ الْاَرْوَاحُ (۳۸) وَاِنْ فَنَتْ مِنْ دُونِهَا الْاَشْبَاحُ

یہاں تک جس چیز کا بیان کرنا مقصود تھا اس کا بیان پورا ہوگیا۔ اب میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء اور نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب کے صلوٰۃ و سلام پر ختم کرتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین ویا اجود الاجودین ۝

۱۲ ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۲ھ

قبیل اذان الجمعۃ

جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

حضرت مجذوبؒ کی دو نظمیں

پیغام بیداری مسلمانوں کے لیے پیغام عمل اور ہمسایہ قوم کی حالت کا ذکر نہایت دلکش انداز سے کیا گیا ہے کتابت و طباعت اور کاغذ نہایت اعلیٰ۔ قیمت صرف پانچ آنہ۔

مُسلم کی بیداری ڈاکٹر اقبال مرحوم کے مشہور مصرع "مسلم خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو" حضرت مجذوب نے تضمین فرمائی ہے اور مسلمان قوم کو دعوت عمل اور صحیح طریق کار بتایا ہے اور پستی کے اسباب بتائے ہیں۔ کتابت و طباعت اور کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت صرف چار آنہ۔

جو حضرات یہ ہر دو کتب منگانا چاہیں وہ نو آنہ قیمت اور ایک آنہ خرچ ڈاک کے لیے کل دس آنہ کے ٹکٹ ارسال فرمائیں۔

دفتر انوار العلوم

جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد۔ لاہور

کرنے یا نہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عمل کیا یا ایسا ارشاد فرمایا ہو اور یا نہیں کیا، یا منع فرمایا ہے۔

رہا قرآن کی مخالفت کا سوال، سوائے حدیث کو جھگڑالویوں اور بحر و بیزیوں وغیرہم کے کہیں یا وہ اس کا خیال تھا۔ اور انہوں نے کسی بھی "مخالفِ قرآن حدیث" کو قبول نہیں کیا۔ اور آج ان کی "مصدقہ احادیث" میں مخالفِ قرآن کوئی بھی حدیث نہیں۔

مخالفت کا یوں ہی دعوے کر دینے سے تو "حقیقی مخالفت" پیدا نہیں ہوجاتی۔ "تکذیبِ حقیقت" کے لیے محض آڑ بنانے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ سطحی نظر سے مخالفت و تعارض کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن صحیح غور و فکر سے یہ تعارض اور یہ مخالفت رفع ہوجاتی ہے اور ان میں معقول وجوہِ مطابقت تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

(د، ۵) "ظن" جس کی بنا، خرص و تخمین پر ہو اور اس پر کوئی دلیل و برہان یا علمی سند نہ ہو وہ مذموم بھی ہے اور ممنوع بھی۔ لیکن جس "ظن" کی پشت پر کوئی "علمی شہادت" یا دلیل و برہان موجود ہو وہ محمود اور واجب الاتباع ہے۔

يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ
(البقرہ، ۴۶)

ایمان دار نمازیوں کو "یہ ظن" ہوتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہوں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ـــ الآية
(یوسف، ۱۱۰)

یہاں تک (معاملہ پہونچا) کہ جب ہمارے رسول (ان لوگوں کے ایمان لانے سے) ناامید ہوئے اور انہیں یہ ظن ہو چلا کہ انہیں جھوٹا بتایا گیا تو اس وقت ہماری نصرت نے ان کی دست گیری کی۔

یہ "ظن" بدیہی کے مقابلے میں ایسے "یقین" کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو نظر و استدلال سے حاصل ہوا ہے۔

"حدیث" بھی اسی معنی میں "ظنی" ہے کہ اس کا علم نظر و استدلال یعنی "علمی شہادت اور شہادت کی تحقیق" (اسناد اور اس کی فنی تحقیق) سے حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا قرآن کی رو سے حدیثوں کی پیروی

منع نہیں بلکہ ماموربہ ہے۔

یہ کہنا کہ "خبر در خبر، در خبر۔ الخ نہ علم ہے نہ شہادت" غلط ہے اور محض فریب۔ یہی تو آپ کا بے سند دعویٰ ہے۔ پھر اس پر دلیل بھی خود یہی دعویٰ ؟!!

مُنیٰ ! ماضی کے جتنے اہم تاریخی یا دینی واقعات ہیں اُن میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ابتداءً خبر در خبر کی صورت میں منتقل ہوتے رہے اور بعد میں بصورتِ کتابت مدون و مرتب کیے گئے۔

کسی علمی شعبہ میں بھی خبر در خبر، در خبر۔ الخ سے چارہ نہیں۔ یہاں تک کہ کسی "تحریر" کے لیے یہ ثابت کرنا کہ یہ فلاں شخص کی تحریر ہے اور فلاں وقت میں ہوئی ہے اسی خبر، در خبر۔ الخ سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ تبھی قرآن نے فرمایا ہے:۔

اِئْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ	(اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے) اس سے پہلے کسی
هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ	خدائی کتاب کی یا جو علم چلا آتا ہو اس کی سند پیش کرو
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝	اگر سچے ہو تو (لیکن چونکہ تمہارے مشرکانہ اعمال پر ایسی
(الاحقاف ، ۴)	کوئی سند نہیں ہے لہٰذا تم جھوٹے ہو)

قرآن نے بتا دیا ہے کہ کوئی بات دو طرح سے ثابت ہوتی ہے:۔

(الف) کتاب الٰہی سے، (ب) انبیاءؑ اور علماءؒ سے روایت کردہ علم سے "اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ" سے ایسا "بقیۂ علم" مراد ہے جو کسی امت میں اس کے انبیاء، فقہاء اور صلحاء سے بصورتِ تحریر یا روایت و خبر متوارث چلا آتا ہو۔ ایسی خبر کے لیے ضروری ہے کہ اس کا سلسلۂ روایت از اول تا آخر ثقہ، عادل اصحابِ حفظ و ضبط لوگوں پر مشتمل ہو۔ یا پھر علمی اور "عملی تواتر" یا شہرت و استفاضہ سے ثابت ہو۔ اس کا پہلا راوی وہ ہو جو علم یا مشاہدہ یا دوسرے یقینی ذرائع سے خبر دے رہا ہو۔ ایسی خبر "ظن" بمعنی "نظری و استدلالی یقین" کی مفید ہوتی ہے۔ "حدیث" کی کیفیت بعینہٖ یہی ہے لہٰذا از روئے قرآن وہ "علم، شہادت اور دینی حجت" ہے۔

(ح، ط) یہ بات بھی غلط اور گمراہ کن ہے کہ "بعد میں آنے والے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق آپؐ کے احکام و قضایا اور متعین کردہ جزئیات کو بدل سکتے ہیں۔ یا یہ کہ آپؐ اپنے جزئی احکام کو وقتی تصور فرماتے تھے"۔ کیونکہ یہ قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ رسول کی بات کو خدا یا خدا کے حکم سے رسول

متروک العمل (یا منسوخ کہہ لیجیے) قرار دے سکتا ہے۔ یا دوسرے حکم سے بدل سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو کسی حکم یا واجب و سنت کے ترک کرنے یا بدلنے کا کوئی حق نہیں (ہاں متبادل احکام و سنن آپ سے ثابت ہوں تو اور بات ہے) ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا (الاحزاب، ۶۰)	جب اللہ اور اس کے رسول کوئی حکم دیدیں تو کسی مومن مرد اور عورت کو یہ اختیار نہیں کہ آپ کا حکم بدلے (یا اس سے سرتابی کرے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے سو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

"قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ" میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اللہ و رسول کا فیصلہ ہمیشہ باہم متفق ہوتا ہے اور ایک کا فیصلہ دوسرے کا فیصلہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو اس کے رد و بدل کا ہرگز ہرگز کوئی اختیار نہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے واجب العمل اور لائق تسلیم ہے۔

۳، زکوٰۃ کے متعلق لکھا ہے:۔ (۱۵) "لیکن قرآن نے زکوٰۃ کا تعین کچھ نہیں کیا۔ اس لیے کہ ہر دور کی اسلامی حکومت یہ خود متعین کرے گی کہ اسے کس قدر روپے کی ضرورت ہے اور اسی حساب سے وہ قوم سے ٹیکس[1] وصول کرے گی۔ (پرویزم ج ۲ ص ۶۴۹-۶۵۰)

جواب قرآن کی ہدایت اس کے خلاف ہے۔ وہ رعایا کی مناسب اور معقول ضروریات کو مقدم قرار دیتا ہے اور سال بھر کی ضروریات سے پس ماندہ مال میں ایک خفیف سا حصہ زکوٰۃ کا مقرر فرماتا ہے۔ کیونکہ دین میں وہ حرج و تنگی کا روادار نہیں:۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (الحج، ۷۸)	اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔

نیز ارشاد فرمایا ہے:۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ (البقرہ، ۲۱۹)	اور لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں کیا کچھ خرچ کریں۔ تو کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے۔

[1] تمام محصل اور جس قدر ٹیکس بھی وصول کرے وہ سب زکوٰۃ کہلاتے ہیں۔ (طلوع اسلام فروری ۱۹۵۱ء ص ۳۸ لمعات) بالاختصار۔

"العفو" کی تبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُشر، نصفِ عُشر (۱/۱۰، ۱/۲۰) حاصلِ زمین میں اور ربعِ عُشر (۱/۴۰) سیم وزر اور نقدی وغیرہ میں مقرر فرما کر دی ہے (مویشیوں کا حساب اس سے الگ ہے) لہٰذا کسی کو اس سے زیادہ لینے کا شرعاً حق نہیں۔

(۴) معجزات کا انکار، لکھا ہے:۔

(۱۵) (۱) "محمدؐ نے کوئی معجزات نہیں دکھلائے ۔۔ الخ" (بحوالہ کارلائل)

(۲) "قرآن کریم نے کس شدت اور تکرار سے اس کی صراحت فرما دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ اور حضورؐ کا معجزہ صرف قرآن ہی ہے۔" (پرویز تم ج ۴ ص ۲۹)

جواب یہ بیان غلط ہے اور قرآن کے خلاف۔ قرآنِ عزیز نے خود ہی چند معجزات کا ذکر فرمایا ہے:۔ مثلاً شقِ قمر، اسراء (معراج) نزولِ ملائکہ (غزواتِ بدر و حنین وغیرہ میں) مٹھی بھر کنکریوں کا مشرکوں کی آنکھوں میں فوق العادت ذریعے پڑنا اور ان کا ہزیمت کھانا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال/۱۷)

جب تو نے کنکریاں پھینکیں تو وہ تو نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں (کیونکہ یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی فوق العادۃ قدرت کے ذریعہ تیرے ہاتوں سے ظاہر ہوا۔

"شقِ قمر" کے متعلق یہ کہنا کہ یہ آئندہ قربِ قیامت[1] ہی کے وقت ہوگا[2]، اگلی آیت کے منافی ہوگا

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (القمر/۲)

اور اگر یہ منکرین کوئی نشان، کوئی معجزہ دیکھ لیتے ہیں، تو جھٹ ہی منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے۔

قیامت کے وقت تو کوئی بھی منکر "احوالِ قیامت" کو جھٹلا نہیں سکے گا، بلکہ چار و ناچار سب کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ لہٰذا راجح یہی ہے کہ "شقِ قمر" سے مراد "چاند پھٹنے کا وہ معجزانہ واقعہ" ہے جو مکہ معظمہ میں کفار کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہاتوں ظاہر فرمایا۔

(۳) "ملائکہ" کے متعلق پرویز کا یہ کہنا کہ:۔ "یہی طمانیتِ قلب کی دولت تھی جو اللہ نے اُن مجاہدین کو

---

[1] آپؐ کا "یہ معجزہ" خود ہی قربِ قیامت کی نشانی ہے ۱۲

[2] "شقِ قمر بھی قربِ قیامت ہی کی نشانی ہے اسے معجزہ سے کیا واسطہ؟ (پرویز تم ج ۴ ص ۳۱)

عطا فرمادی" (پرویز تم ج ۴ ص۱۹ ۵) غلط اور قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن کریم نے سکینۃ و اطمینان کے ساتھ ہی نزولِ ملائکہ اور "جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا" (ایسے لشکر جن کو تم نے (اُترتے وقت یا پہلے ہی) نہیں دیکھا (تمہاری امداد کے لیے ہم نے اُتارے)) کا علیحدہ ذکر فرمایا ہے۔ اطمینان نزولِ ملائکہ کا ایک نتیجہ ہے نہ کہ خود "ملائکہ"۔

نیز قرآن نے ان فرشتوں کی تعداد یکے بعد دیگرے ہزار، تین ہزار اور پانچ ہزار بتائی ہے۔ ظاہر ہے کہ "طمانیت، اور قلبی کیفیت" کے لیے تعداد کا کوئی سوال ہی نہیں۔ لہٰذا بالیقین "ملائکہ" سے نورانی اور روحانی مخصوص "مخلوق" مراد ہے جن کا بغرض بشارت و امداد نازل ہونا "پیغمبرانہ معجزہ" ہے۔ والحمد للہ۔

ایک منصوبہ

اسلام اور قرآن کے خلاف ایک "نیا دین" دینِ پرویزی "تصنیف کرنے کے سلسلے میں ایک "منصوبہ" تجویز کیا گیا کہ جمہور کے "حقیقی اسلام" کو "مُلّا کا مذہب" "مُلّا ازم" اور "حدیث" کو "عجمی سازش" اور "عجمی تصورات" کہہ کر جھٹلایا جائے[۱] لیکن پھر بھی ان کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ کیونکہ "قرآنِ عزیز" خود ہی ہر باطل کے آگے سدِّ راہ تھا۔ اس پر جو کچھ کسی "مبتدع" کو سوجھ سکتا ہے انہیں بھی سوجھا کہ "علماء و فقہاء کے تمام علمی ذخائر" کے متعلق بدگمانی پھیلائی جائے اور انہیں ناقابلِ اعتماد قرار دیا جائے۔ مثلاً لکھا ہے:۔

"ہمارا تمام لٹریچر اسی دور کا پیدا شدہ ہے جس میں اسلام غیر اسلامی (عجمی) عناصر سے بدلا جا چکا تھا۔ ہماری تاریخ، ہماری احادیث، ہماری تفاسیر سب اسی دور کی تخلیق ہیں۔ یہی حالت ہمارے قانون (فقہ) کی بھی ہے اس کی تو تدوین ہی خالص ملوکیت کے زمانہ میں ہوئی تھی۔" (ط ص ۳۱ اکتوبر ۵۲ء) (ادارہ)

تحریفِ قرآن کریم

اور "قرآن کریم" کی "معنوی تحریف" کی جائے۔ اسی جذبہ کے ماتحت "صلوٰۃ" سے نماز یا نماز پڑھنے کی بجائے "نظامِ صلوٰۃ"[۲] کی ایک مبہم سی اصطلاح گھڑ لی گئی ہے۔ اور "عبادت" کا مفہوم "بندگی و پرستش" (جس کا تمسخر اڑایا ہے) چھوڑ کر "اپنی زندگی کو قوانینِ الٰہیہ سے

---

[۱] تمنا عمادی کی شرمناک گستاخی ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے:۔ "اور منافقینِ عجم نے اب اپنے مقاصد کے ماتحت جمع احادیث کا کام شروع کرنا چاہا تو انہیں منافقینِ عجم کے آمادہ کرنے سے اس وقت خود ابنِ شہاب کو خیال ہوا کہ ہم حدیثیں جمع کرنا شروع کر دیں" (ط ص ۴۳ ستمبر ۵۰ء) یہ امام ابن شہاب زہریؒ کے متعلق کہا جا رہا ہے جن کی عدالت، صدق و تقویٰ اور "بلند علمی پایہ" جمہور "ائمہ حدیث و فقہ" کے ہاں مُسَلَّم ہے۔ یوں ہی بلا دلیل افترا پردازی سے کیا حاصل؟ ۱۲

[۲] ط ص ۱۳۲ جنوری و فروری ۱۹۵۵ء (اسباب زوالِ امت از پرویز) یہ بھی لکھا ہے کہ "قرآن کریم نے نماز پڑھنے کے لیے نہیں کہا"۔ الخ (پرویز تم ج ۴ ص ۳۲۸)

ہم آہنگ بناتا بتاتا ہے[1] اور پھر اس ہم آہنگی کو بس الفاظ کی رنگینی تک محدود رکھا ہے اور اس کا کوئی ٹھوس عملی پروگرام نہیں بتایا[2]
"درجات اور تفضیل آخرت" (فضل آخرت) سے مستقبل کے درجات اور معاشی خوش حالیاں مراد لی ہیں۔ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۞ (۱۷/۲۱) کا ترجمہ لکھا ہے "مستقبل کے درجات اور معاشی خوش حالیاں سب سے بڑھ کر ہیں۔" (پرویز طلوع اسلام جنوری و فروری ۱۹۵۵ء) وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۞ (۲/۲۰۰) کا ترجمہ لکھا ہے:۔ "لیکن اُن کا مستقبل (کی خوش حالیوں) میں حصہ نہیں ہوتا۔" (دنیا سے قریبی مفاد، حال اور آخرت سے مستقبل مراد لیا ہے) وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞ (۲/۲۰۱) کا ترجمہ لکھا ہے:۔ "اور اس طرح وہ (بدحالیوں اور نامرادیوں کے) انسانیت سوز عذاب[3] سے بچ جائیں۔" (ایضاً ص۸۵) یہ ساری کوشش اس بات کی ہو رہی ہے کہ آخرت، عقبیٰ، حیات بعد الممات[4] اور جنت و دوزخ کا اسلامی تصور دھندلا ہے اور نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ لکھا ہے:۔ "قیامت کے قرآنی مفہوم کے لیے معارف القرآن کی آخری جلد تک کا انتظار کرنا پڑے گا۔" (ایضاً حاشیہ ص۹۹ اسباب زوال امت) یہ بھی لکھا ہے:۔ "ثواب کا لفظ ایسا مبہم ہے کہ اس کا کوئی مفہوم ذہن میں نہیں ہوتا۔" الخ (ایضاً ص۹۶)
"ثواب" کا لفظ تو قرآنی ہے۔ پھر یہ ابہام (معاذ اللہ) قرآن ہی میں ہوا ؟!!

قربانی

قربانی ایک قرآنی حقیقت ہے فرمایا ہے:۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ خاص اپنے پروردگار کی نماز پڑھ اور اسی کے لیے قربانی کر

یہاں حج کا کوئی ذکر نہیں لیکن قرآن کے خلاف پرویزیوں کا اصرار ہے کہ حج کے سوا کہیں قربانی نہیں اور حج میں بھی مقصد خورد و نوش ہے[5] وغیرہ وغیرہ۔ پرویز نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ "نحر" سے مراد قربانی کرنا ہے۔ لیکن اس کو کعبہ اور حج کی تقریب سے خاص کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے "نحر اونٹ کی قربانی کے لیے مخصوص ہے۔" (م ج ۳ ص۳۶۹) قرآن پاک نے "ھدی" کو کعبہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور "نحر، نسک" (وغیرہ) کو عام کیا ہے۔ نحر کو کعبہ سے مخصوص گرداننا قرآنی حکم پر اضافہ اور تحریف ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل اس پر شبہات اور اُن کے جوابات ہم نے اپنی کتاب "نصرۃ القرآن" میں لکھ دیے ہیں۔ (وہیں ملاحظہ ہوں)

---

[1] ط ص۹ جنوری فروری ۱۹۵۵ء و ستمبر ۱۹۵۰ء اسباب زوال امت از پرویز "عبادات" یعنی "پرستش" سے انہیں اس لیے چڑ ہے کہ اس طرح نماز، روزہ وغیرہ عملی عبادات کو دین میں اہم مقام ملتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتے ۱۲ [2] جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے عقیدہ کو مذہب کرنے کی ایک چال ہے ۱۲
[3] خواہ ایک دو مقامات پر حیات بعد الممات کو تسلیم کرنے کا اظہار کیا ہو تاکہ حجت ہو اور بوقت ضرورت کام آئے لیکن قرآن کریم کے اکثر مقامات "آخرت" سے اسی زندگی کا مستقبل مراد لیا ہے تاکہ آخرت کا تصور قوت نہ پکڑے اور نظروں سے ہٹتا ہے ۱۲ [4] تفصیل رسالہ قربانی میں ملاحظہ ہو ۱۲
[5] چلو پھر جیسے بکری نہ سہی اونٹ ہی کی قربانی کر لیا کرو۔ لیکن آپ کے ادارہ طلوع ...... نے تو لکھا ہے:۔ "عید کے دن بارہ بجے تک دس کروڑ روپے کا قومی سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے"۔ "قوم کا کس قدر روپیہ نالیوں میں بہہ جاتا ہے" (ط ستمبر ۱۹۵۰ء ص۱) یہ قربانی کے سلسلے میں لکھا ہے۔ لیکن سینما اور رنگ رلیوں پر جو خرچ ہوتا ہے اس کا رونا کیوں نہیں رویا؟ ۱۲

اس قسم کی تحریفات کا جو ایک وسیع منصوبہ تیار کر رکھا ہے اور قرآن کا فصیح عربی بیان مستند لغات قرآن لغاتِ عربی،

قرآنی تفاسیر اور تراجم اس راستہ میں زبردست حائل تھے اس لیے پرویز نے اس مشکل کا حل یہ سوچا ہے کہ "قرآنی انسائیکلوپیڈیا" قرآن کا

لغت اور ترجمہ اور تاریخِ اسلام (پرویزی فکر و خواہش کے مطابق) وہ خود مرتب کرتے اور نئے نصابِ تعلیم کی تدوین کے ساتھ قرآنی

بستی "ایک قرآنی درس گاہ بھی قائم کی جائے تاکہ وسیع پیمانے پر قرآن کی تحریف کی جا سکے اور اسلام اور قرآن کے نام پر ہی خود ان دونوں

(قرآن اور اسلام) کی مخالفت کو ترقی دی جائے۔ لیکن ان کی لغت کا اعتبار کون کرے گا؟ قرآن کی زبان (عربی) اب تک زبان ہے مصر

شام، حجاز، عراق وغیرہ میں بولی جاتی ہے قرآن کی زبان ان کے مطابق ہے اور قرآنی لغات بھی اب اگر کوئی ان کے خلاف لکھے گا، تو

ان شاء اللہ وہ لغت ردی میں پھینک دیا جائے گا۔

دین مکمل ہے

"دینِ الٰہی" (اسلام) عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، آداب وغیرہ کے لحاظ سے مکمل ہے اور اس کا کوئی عقیدہ یا

مسئلہ ایسا نہیں جو آئندہ کسی کتاب یا کسی تصنیف تک ملتوی رکھا جائے یا اس کا انتظار کیا جائے

بلکہ چودہ سو سال پہلے کا حکم ہے:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (المائدہ، ۳)	آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا کہ قرآن پورا اتر چکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہر حکم اور ہر ہدایت کی تبیین قولی و عملی سے فرما دی)

اور تم پر میں نے اپنی مخصوص نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے میں نے ہمیشہ کیلئے اسلام ہی کو دین آئین اور ضابطۂ حیات پسند فرمایا

لیکن اس کے برعکس دینِ پرویزی کے بہت سے بنیادی مسائل ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں اور جب تک "معارف القرآن" نامی کتاب

کی آخری (آٹھویں) جلد سامنے نہ آجائے تب تک ان کا قرآنی تصور سامنے نہیں آ سکتا۔ قرآن پاک کی یہ "واحد اجارہ داری" انہیں کب سے

اور کیسے ہاتھ لگ گئی؟ پرویز اپنے مقالہ "اسبابِ زوالِ اُمت" میں قیامت، ثواب اور فی سبیل اللہ کے قرآنی مفہوم کیلئے تو پہلے ہی کسی دوسرے

وقت کا انتظار کرا رہا تھا اب ان منتظرات کی فہرست طویل ہو گئی ہے لکھا ہے:- "اس کے بعد کی جلد میں (اتنی جلدیں) جلد کے بعد ساتویں جلد میں

فقہ قرآنی (فقہ پرویزی کیسے) ہوگی - اور آخری جلد میں آخرت کا قرآنی تصور اخروی زندگی اور اس کے تضمنات موت، برزخ، قیامت

اعراف، بہشت، دوزخ، زندگی کی ارتقائی منازل و منتہیٰ کا قرآنی تصور" (طلوعِ اسلام ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء) یہ سب مسائل اعتقادی ہیں اور قرآنی

محکمات میں سے ہیں اجتہادی فقہی احکام نہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں اصولاً اختلاف کی گنجائش نہیں ان کے حقائق مسلّم ہیں۔ قرآن نے ان کو جس وضاحت

سے بیان کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سلسلے میں جملہ قرآنی نصوص "اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہیں اور انہیں کوئی پیچیدگی یا

ـــــــــــــــــــ

لے اسی لیے لکھا ہے ہمارے ہاں کی قرآنی تفاسیر و تراجم عجمی تصورات کے ترجمان ہیں (طلوعِ اسلام ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲) تمہارے ہاں مروجہ اسلام کو قرآنی اسلام کو کوئی نسبت نہیں (طلوعِ اسلام ایضاً) [illegible] ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء کہ یہ لغت اور ترجمہ قرآن سلسلے نے آئیگا (طلوعِ اسلام ۱۳) [illegible] کہ یہ سب اپنے وقت [illegible] ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء [illegible]

کہ [illegible] حقیقت [illegible] کی حیثیت [illegible] ان کے ماننے میں [illegible] قرآن نہیں مستقر و مقام [illegible] تفصیل تفسیر القرآن میں ہے۔

تھا نہیں۔ ان پڑھ عرب بدوی بھی قرآن میں الٰہ ذکر سن کر اُن کا معنی و مفہوم سمجھ لیتا ہے لیکن آج ان کے سمجھنے کیلئے کئی سال کا انتظار کرایا جاتا ہے پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ جلد لکھی بھی جائے گی کہ نہیں ؟ یہ کیوں ؟ اس لیے۔ (۱) کہ ان کے ظاہری معانی ڈھنگ دہ ذہنیتوں کے ہاں قابل قبول نہیں اور نا ذرا انگریزی ملازم کو ان سے تسکین نہیں ہوتی اس لیے وہ الحاد و تحریف کے ذریعہ انہیں بدل دینا چاہتے ہیں جس کے لیے کافی وقت درکار ہے (۲) ان "حقائق قرآنیہ" کو وہ الفاظ کے ہیر پھیر اور رنگین بیانی میں گم کر دینا چاہتے ہیں اور یہ عمل اختلاط و تلبیس بہت سا وقت چاہتا ہے اس لیے انتظار کرایا جاتا ہے (۳) ان "قرآنی حقائق" کے متعلق ان کے جو خواہشات اور خود ساختہ معتقدات ہیں انہیں وہ سازگار فضا بننے تک ظاہر کرنا نہیں چاہتے تاکہ لوگ ان کی "باطل تاویلات" کو سن کر کان پکڑ کر توبہ توبہ کرتے ہوئے یکدم بھاگ جائیں اور یوں یہ شکار ان کے ہاتھ سے نکل جائے اس لیے وہ موقع کی تاک میں بیٹھے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈھنگ دہ دل و دماغ حقیقی اور عملی اسلام کو اپنے لیے ناقابل برداشت بوجھ سمجھتا ہے اور بعض ضرورتوں کے پیش نظر سرِ دست وہ اس نام سے چمٹا رہنا بھی ضروری خیال کرتا ہے اس لیے وہ اسلام کی ایسی تعبیر پیش کرتا ہے جس میں نام کے سوا باقی کچھ نہ رہے۔

پرویزیوں سے کوئی پوچھے جب تم نے اولین و آخرین کے سب علوم کو عجمی تصورات کہہ کر غلط قرار دیا تو تمہاری "منگھڑت لغت" اور "خود ساختہ تاویلات" کو کون عربی اور قرآنی تصورات سمجھ کر قبول کرے گا ؟ آخر سوچو تو سہی جب عرب کا اعتبار ہے نہ عجم کا، نہ قرآن کا نہ حدیث کا، نہ تفسیر کا اور نہ لغت و فقہ کا، تو تم بتاؤ تم کس شمار و قطار میں ہو؟ کہ صرف تمہاری ہی بات کا اعتبار آئے !!

منکرِ حدیثِ رسول سے خطاب

"فکرِ باطل" را تو قرآں خواندهٔ ! — از حقیقت زیں سبب وا ماندهٔ !
نے خبرداری ز قرآں نے ز دیں — ہمچو خر، وا ماندهٔ اندر گلیں
هر که قولِ مصطفیٰ باور نه کرد — او یقیں، بر مصحفِ داور نه کرد
همّت پست است و فکرت باطل است — میلِ تو اندر جہانِ سافل است
فکرِ افرنجی بآں اُمّ الکتاب — نیست جز خفاش پیشِ آفتاب
هست سنّت شارحِ اُمّ الکتاب — حکمتش گنجینهٔ فصل الخطاب
خادمِ قرآں حدیثِ مصطفیٰ است — فقه استخراجِ فکرِ اولیا است
ایں همه ارکانِ دینِ حق شدند، — زانکه از الله و پیغمبر بُدند،

قرآن کی طرف دعوت آیئے ہم بھی آپ کو قرآن ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں قرآن وہ ہے جو صاف واضح اور شیریں عربی میں اترا ہے عربی لغت اور اسالیب لسان سے سمجھیے عجمیوں سے نہیں دانشمند عربوں کے ذریعے، پر محض اپنی خواہشات کو قرآن سے منوانا چھوڑ دیجیے اور اس کی سیدھی اور راست تعلیمات کو کج اور پرپیچ نہ بنائیے جس کے لیے کام کا حکم دے کرتے رہئے اور جس سے روکے رک جائیے فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

عبدہٗ تعالیٰ :- عبدالحمید ارشد عفا اللہ عنہ

تفصیل آمد و خرچ ماہ نومبر ۱۹۵۳ء - جامعہ اشرفیہ لاہور

نام	رقم			مد	نام	رقم			مد
مستری محمود دین حاجی صاحب	-	-	۱۰	زکوٰۃ	میاں اللہ دتہ صاحب گنج کریم لاہور	-	-	۱۰	عطیہ
حافظ محمد یوسف صاحب۔ لاہور	-	-	۵	״	شیخ اللہ بخش صاحب ״	-	-	۵	״
حاجی تاج الدین صاحب ״	-	-	۱	عطیہ	شیخ محمد ادریس صاحب باڑھی ״	-	-	۵	״
شیخ عبدالرحیم صاحب انصاری ״	-	-	۵	״	شاہی جیولرز ״	-	-	۲	زکوٰۃ
چودھری غلام رسول صاحب ״	-	-	۶	״	شیخ محمد ایوب صاحب ״	-	-	۵	״
״ سردار محمد صاحب ״	-	۳	۳۳	״	میاں ضیاء الدین صاحب ״	-	-	۲	عطیہ
״ ״ ״	-	-	۵	״	ڈاکٹر محمد عبداللہ عبدالرحمن صاحبان ״	-	-	۵	״
میاں خورشید احمد، محمد شریف صاحبان	-	-	۵	״	میاں عبداللطیف عبدالحفیظ ״	-	-	۱۰	زکوٰۃ
״ نور محمد صاحب بٹ کراچی	-	-	۵۰	״	ملک محمد اشرف خاں ״	-	-	۳۰	عطیہ
״ محمد یسین صاحب لاہور	-	-	۱	״	میاں فضل الدین عبدالمجید صاحبان ״	-	-	۱۵	زکوٰۃ
״ نذیر احمد جہانگیر ״	-	-	۲	״	امرت سر جھان کوٹ ٹرانسپورٹ ״	-	-	۳۰	عطیہ
شیخ عبدالمجید صاحب ״	-	-	۱	زکوٰۃ	مسٹر محمد اجمل خاں صاحب ״	-	-	۵	״
حکیم نذیر محمد صاحب ״	-	-	۱	״	״ عبدالرشید خاں صاحب ״	-	-	۵	״
مخدوم صاحب ״	-	-	۲	״	اصغر علی صاحب	-	-	۱	״
حاجی نبی بخش صاحب ״	-	-	۱	״	محمد اسمٰعیل صاحب ״	״	-	۲	״
آفتاب احمد صاحب ״	-	-	۱	״	شیخ بشیر الدین احمد ״	-	-	۱۰	״
میاں نذیر احمد صاحب ״	-	-	۱	عطیہ	مرزا محمد شریف بیگ صاحب ״	-	-	۵	״
״ فضل حسین صاحب ״	-	-	۱	״	محبوب احمد صاحب ״	-	-	۲	״
شیخ طفیل محمد صاحب ״	-	-	۱	״	صندوق مسجد نیلا گنبد ״	۳	۱۴	۱۵	״
״ ظفر علی صاحب ״	-	-	۵	״	شیخ اللہ دتہ صاحب گوجرانوالہ	-	-	۱۰۰	زکوٰۃ
״ بشیر احمد صاحب موگہ ״	-	-	۵	״	میاں غلام رسول صاحب لاہور	-	-	۵	عطیہ
حاجی عطا محمد صاحب لاہور	-	-	۲	״	״ شمیم احمد صاحب ״	-	-	۵	״
شیخ محمد احمد صاحب جوہری ״	-	-	۱۰	زکوٰۃ	״ عبدالستار صاحب ״	-	-	۵	״
حاجی عبدالشکور صاحب ال ووڈ ״	-	-	۷۵	״	ایم محمد ظہیر صاحب نعیم ״	-	-	۳	״
چودھری حسن الدین صاحب ״	-	۶	۹	عطیہ	حاجی محمد عمر صاحب ״	-	۱۲	۱	״
ڈاکٹر حامد علی صاحب ״	-	۲	۵	زکوٰۃ	راؤ عبداللہ صاحب ״	-	۸	-	״
حافظ توکل حسین صاحب ״	-	-	۴	عطیہ	مشتاق احمد صاحب ״	-	۸	-	״

نام	رقم			مد
حافظ الطاف الرحمٰن صاحب لاہور	-	-	۱	عطیہ
خلیفہ شجاع الدین صاحب 〃	-	-	۱۰	〃
مولوی فضل الٰہی صاحب 〃	-	-	۵	〃
میاں ریاض احمد صاحب 〃	-	-	۳۰	زکوٰۃ
〃 〃 〃	-	-	۲	عطیہ
〃 احسان الحق صاحب 〃	-	-	۱	〃
حاجی محمد یوسف صاحب چنیوٹ	-	-	۳۵	〃
شیخ محمد حسین صاحب لاہور	-	-	۱	〃
〃 محمد اشرف صاحب 〃	-	-	۱۰	〃
محمد یوسف محمد سعید صاحبان کراچی	-	-	۷۵	〃
ماسٹر محمد یٰسین صاحب لاہور	-	-	۲	〃
حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ 〃	-	۱۱	۱۳	〃
〃 مولانا محمد ادریس صاحب 〃	-	۱۱	۱۶	〃
قاری رونق علی صاحب 〃	-	-	۱	〃
حضرت پیر جی صاحب 〃	-	-	۳	〃
حافظ جلیل احمد صاحب 〃	-	-	۸۰	زکوٰۃ
اہلیہ حکیم محمد حسن صاحب قریشی 〃	-	-	۵	عطیہ
ڈاکٹر محمد عبدالغنی صاحب۔ راولپنڈی	-	-	۱۰	〃
〃 قمر الدین صاحب لاہور	-	-	۱	〃
ماسٹر محمد حفیظ اللہ صاحب 〃	-	-	۳	〃
ڈاکٹر سید محمد شریف متقی 〃	-	-	۱۵	〃
الحاج حکیم عبدالقادر انصاری 〃	-	-	۱۰	〃
اسمٰعیل دادا بھائی صاحب 〃	بوعدہ دیگر برائے طلبا			
شیخ عبدالوکیل صاحب 〃	-	-	۱۰	عطیہ
میاں نصیر الدین صاحب 〃	-	-	۲	〃
حاجی کریم بخش صاحب لائل پور	-	-	۱۴	〃
بابو محمد انور صاحب لاہور	-	-	۳	〃
محبوب شاہ ہاشمی 〃	-	-	۵	〃
بابو غلام دستگیر صاحب 〃	-	-	۳۰	زکوٰۃ

نام	رقم			مد
میاں نور محمد صاحب جٹ۔ کراچی	-	-	۵۰۰	زکوٰۃ
شیخ عاشق احمد صاحب لاہور	-	-	۱۰	عطیہ
حاجی کریم اللہ صاحب 〃	-	-	۳	〃
چودھری محبوب الٰہی صاحب کراچی	-	-	۶	〃
میاں محمد شفیق صاحب۔ لاہور	-	-	۱	〃
صندوق مدرسہ جامعہ اشرفیہ	۳	۱۳	۳۲	〃
میاں مقبول احمد صاحب	-	-	۴۰۰	زکوٰۃ
〃 محمد شریف صاحب	-	-	۱۸	〃
مولوی محمد یوسف صاحب	-	۸	-	عطیہ
میاں سراج الدین اللہ دتہ 〃	-	-	۳	〃
مولوی محمد لدین صاحب شکرگڑھ	-	-	۶	〃
مسٹر عبدالقیوم صاحب لاہور	-	۸	۱	〃
ملک محمد نادر صاحب 〃	-	-	۱۰	〃
سرفراز علی خاں 〃	-	۴	۳۰	زکوٰۃ
شیخ غیاث محمد صاحب وکیل 〃	-	-	۱۰	عطیہ
مولوی سراج الدین پال 〃	-	-	۱	〃
نور کمپنی 〃	-	-	۱	زکوٰۃ
مولوی عبدالہادی صاحب راولپنڈی	-	-	۵۰	عطیہ
شیخ حسین علی صاحب لاہور	-	-	۱۰	〃
دادا بھائی صاحب 〃	-	-	۵۰	زکوٰۃ
فردوس محمد صاحب 〃	-	-	۵	عطیہ
ابوالقاسم رفیق دلاوری 〃	-	-	۵	〃

خرچ

تنخواہ مدرسین و ملازمین	۱۰۶۴۷-۰-۰
وظائف طلبا	۱۰۱۱۶-۴-۰
دیگر مصارف خورد	۸۱-۱۳-۰
خرید و مرمت کتب	۵۳۰-۸-۰
مرمت عمارت	۸۹-۱۵-۰
سٹیشنری	۶-۱۲-۰
مصارف ڈاک	-۷-۰
متفرق	۱۶-۰-۰
	۳۳۴۷۹-۵-۰

ناظم جامعہ اشرفیہ۔ نیلا گنبد۔ لاہور

خاص مجربات

اکسیر العین

ناخونہ ـ جالا ـ پھولا ـ ضعف بصارت ـ ابتداء نزول الماء وغیرہ بیشتر
امراض چشم میں یہ اکسیر بیحد مفید ثابت ہوئی ہے ـ قیمت ... 1 12 0

اکسیر سیلدی

زکام ' فساد خون اور اسی جیسے امراض میں خاص ھدایات کیساتھ استعمال
کرائی جاتی ہے ـ فی خوراک .. 3 0 0

اکسیر حیات الملک

مریض جو دق ' سل ' اور ھیضہ وغیرہ امراض کی وجہ سے موت کے
نزدیک پہنچ چکے ہوں ـ ان کیلئے خاص طور پر مفید ـ اس کے علاوہ عام
کمزوری میں اسکا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے ـ قیمت فی خوراک ... 5 0 0

برء الساعہ

وجع المفاصل ـ وجع الورک ـ عرق النسا اور گٹھیا کے تمام اقسام میں بہت
جلد اثر کرنے والی یہ اکسیر بفضلہ تعالی مستقل فائدہ پہنچاتی ہے ـ
آٹھ خوراک ... 2 0 0

تولیدی

معدہ کو طاقت پہنچا کر غذا کو جز و بدن بنانے اور خون کے سرخ ذرات
کی پیدائش بڑھانے اور جسم میں توانائی پیدا کرنے کے لئے عجیب
اکسیر ہے ـ آٹھ خوراک ... 2 8 0

عصبی

اعضاء رئیسہ ' اور پٹھوں کی کمزوری کو دور کرکے تھکن و پژمردگی
اور کمزوری کا مؤثر علاج ـ آٹھ خوراک ... 3 4 0

اکسیر ضیق

دمہ ـ ضیق النفس ـ پھیپھڑے اور سانس کی جملہ کی تکالیف دور کرنے کیلئے
اصولی اور مجرب علاج ـ آٹھ خوراک ... 4 4 0

تریاق شکری

پیشاب میں شکر آنا ـ ان امراض میں سے ہے جنکے متعلق اکثر یہ خیال کیا
جاتا ہے کہ یہ علاج پذیر نہیں ـ لیکن یہ دوا بفضلہ تعالی پچھتر فیصدی
کامیاب پائی گئی اور دو چار خوراکوں ہی سے مریض کو افاقہ محسوس
ہوتا ہے ـ آٹھ خوراک .. 12 0 0

نوٹ : ہر قسم کی بیماریوں کا علاج بذریعہ خط و کتابت بھی کرایا جا سکتا ہے' انشاء اللہ
پوری توجہ کیساتھ حالات پر غور کرکے تجویز سے مطلع کیا جائیگا ـ

★

دفتر انوار العلوم ـ جامعہ اشرفیہ ـ نیلا گنبد ـ لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۶۶

دینی کتب

ملفوظات ۷ جلد کامل مجلد ...	۳۵/-/-
بہشتی زیور کامل اعلیٰ کاغذ و طباعت مجلد	
در دو جلد ...	۱۶/۸/-
مجلد در یک جلد ...	۱۳/۴/-
غیر مجلد ...	۱۲/-/-
حل الانقباضات (حصہ اول) ...	۶/-/-
" (حصہ دوم) ...	۴/-/-
آداب المعاشرت ...	-/۱۲/-
مسئلہ تقدیر (طبع قدیم) ...	۱/۱۲/-
" (طبع جدید) ...	۴/-/-
منصب امامت مجلد ...	۲/۴/-
رحمت القدوس مجلد ...	۱۰/-/-
جمال الاولیاء مجلد ...	۳/۴/-
سائنس اور اسلام مجلد ...	۴/۴/-
انوار الصوم ...	۱/۴/-
انوار الحج ...	۱/-/-
انوار الجہاد ...	۱/۴/-
فتوح الشام ...	۸/-/-
تاریخ الخلفاء (اردو) ...	[illegible]/-/-
نشر الطیب مجلد ...	[illegible]/۸/-
حیوۃ المسلمین " ...	[illegible]/۸/-
اصلاح الرسوم " ...	[illegible]/-/-
اسلام اور معجزات " ...	۲/-/-
حیات عیسیٰ ...	[illegible]/۱۵/-
آداب النبی ...	۱/-/-
تبلیغ دین امام غزالی مجلد ...	۳/-/-
تاریخ اسلام مولانا عاشق الٰہی مجلد	[illegible]/-/-
تنبیہ الطربی ...	۱/-/-
خصوص الکلم ...	۱/-/-
حقوق العلم ...	۱/۱۲/-
کلید مثنوی دفتر سوم ...	۱۶/-/-
" چہارم ...	۱۲/-/-
" ششم ...	۱۶/-/-
دستور قرآنی ...	-/۶/-
آلات جدیدہ ...	۱/۴/-
مکبر الصوت ...	-/۱۰/-

نوٹ: محصولڈاک بذمہ خریدار - کم از کم دس روپے کی کتب خریدنے پر محصول معاف

★

دفتر انوار العلوم ـ جامعہ اشرفیہ

نیلا گنبد ـ لاہور

مولانا محمد حسن صاحب نے آفتاب عالم پریس سے چھپوا کر جامعہ اشرفیہ لاہور سے شائع کیا